زرِ تعاون
اندرونِ ملک ——— ۲۰ روپے
فی پرچہ ——— ایک روپیہ
بیرونِ ملک۔ بحری ڈاک جلد ڈاک ——— ۵ پونڈ
ہوائی ڈاک
ایشیائی ممالک ——— ۷ پونڈ
افریقی ممالک ——— ۸ پونڈ
یورپ و امریکہ ——— ۱۰ پونڈ

تعمیرِ حیات

لکھنؤ
پندرہ روزہ
شعبۂ تعمیر و ترقی دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

جلد نمبر ۲۰ | ۱۰ر اپریل ۱۹۸۳ء ——— ۲۵ر جمادی الثانی ۱۴۰۳ھ | شمارہ نمبر ۱۱

اداریہ

شمس الحق ندوی

تو مسلماں ہو تو تقدیر ہے تدبیر تری

موجودہ غیر معمولی حالات و حوادث صاف تبلا رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے اس موجودہ طرز زندگی سے جس میں دعوت کی روح، دین کے لئے جد و جہد، آخرت کی فکر اور ایمانی زندگی کی کیفیات نہ ہوں ہرگز راضی نہیں۔ بدلتے ہوئے حالات اور ہواؤں کے رُخ بتا رہے ہیں کہ قدرت مسلمانوں کو جھنجھوڑ رہی ہے اور مختلف قسم کے اشارات اور خطرے کی علامات ان کی تنبیہ و عبرت کا سامان فراہم کر رہے ہیں، اور خطرے کا سائرن بجا رہے ہیں کہ اگر تم اپنا کھویا ہوا مقام پھر سے نہیں حاصل کرتے اور دنیا کی دوسری قوموں کے ساتھ بہنے والے دھارے سے اپنے کو الگ نہیں کرتے، اپنی کھوئی ہوئی قدروں کو پھر سے زندہ و جاوید نہیں بناتے تو دنیا کی کوئی طاقت تمھاری حفاظت نہیں کرسکتی۔ اپنے منصب و مقام سے نیچے اتر کر دوسری قوموں کی صف میں کھڑے ہوکر نہ اپنا فرض منصبی ادا کر سکتے ہو اور نہ ہی اپنے تشخص و امتیاز کو باقی رکھ سکتے ہو۔

مسلمانوں کی عام آبادی کا طرز زندگی دنیاوی انہماک اور خود فراموشی، سخت تشویشناک ہے۔ زندگی کا یہ طرز کہ سوائے مادی ضروریات کی تکمیل اور اپنی شکم پری اور اپنے بچوں کی پرورش یا حصول جاہ و دولت کے زندگی کا کوئی بلند مقصد نہ ہو اور زندگی ایمان و احتساب سے یکسر خالی، اور اعلاء کلمۃ اللہ کے جذبہ سے عاری ہو، اس میں دینی شعائر و احکامات پر عمل پیرا ہونے اور خدا سے اپنا تعلق استوار کرنے کا کوئی احساس و شعور نہ ہو، اس کو اپنے اندر ایمان کی حلاوت و چاشنی پیدا کرنے کا شوق و ولولہ نہ ہو، اپنے بچوں کی اسلامی تعلیم و تربیت کی کوئی فکر نہ ہو، مسلمان بستیوں میں فقط اذان ہوتی ہو لیکن مسجدیں نمازیوں سے خالی رہتی ہوں، اخوت اسلامی اور خیر کے کاموں میں تعاون کی روح مُردہ ہو چکی ہو، غرض یہ کہ جس مقصد کے لئے مسلمانوں کی بعثت ہوئی ہے۔ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر (آل عمران ۱۱۰)

(مومنو! جتنی امتیں (یعنی قومیں) لوگوں میں پیدا ہوئیں تم ان سب سے بہتر ہو کہ نیک کام کرنے کو کہتے ہو اور بُرے کاموں سے روکتے ہو)۔ اس کو امت کا بڑا طبقہ فراموش کر چکا ہو بلکہ اس کا خوش حال اور روشن خیال طبقہ امت کی اس ذمہ داری اور مقصد کا مذاق اڑاتا ہو، الا ماشاء اللہ تو پھر امت مسلمہ کی حفاظت کی کوئی ضمانت نہیں، مسلم قوم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا معاملہ دیگر اقوام عالم سے بالکل مختلف ہے، ان کی معمولی چوک اور تساہل پر تنبیہ ہوتی ہے چہ جائیکہ یہ امت غفلت ہی کو اپنا شعار بنالے اور حب جاہ اور حب مال اور دنیا کی حد سے بڑھی ہوئی طلب و محبت میں دیگر اقوام عالم کی شریک و سہیم بن جائے۔

غزوۂ حنین میں اور اللہ کے رسولؐ کی موجودگی میں صرف اس تصور و خیال پر تنبیہ ہوئی تھی اور مسلمان شکست کھا گئے تھے کہ اس وقت ہم بہت بڑی تعداد میں ہیں ہم بڑی آسانی کے ساتھ اپنے دشمن کو شکست دے سکتے ہیں ہم نے تو ان پر اس وقت فتح حاصل کی تھی جب ہم بہت تھوڑے سے تھے۔

مسجدوں کا مسلمان نمازیوں سے خالی ہونا اور سینما ہاؤں کا ان سے رونق پانا، مسلمانوں کے خوش حال طبقہ کا اپنے پڑوسی فقراء و مساکین، یتیموں اور بیواؤں، بلکہ عزیزوں اور قرابت داروں کے فقر و فاقہ اور اضطرار و اضطراب سے متاثر نہ ہونا اور صرف اپنے ذاتی معاملات اور اپنی دلچسپی کے دائرہ میں دولت کا بے دریغ خرچ اور روپیہ کا پانی کی طرح بہانا خدا کے غضب کو بھڑکانے والا طرز عمل ہے اور اسی طرز عمل کے نتیجہ میں وہ واقعات پیش آتے ہیں جن کو سُن کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور جن سے جنگل کے درندے اور بھیڑیئے بھی شرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر دعوت کا فریضہ عائد کیا ہے۔ لہٰذا مسلمان جب بھی اپنے اس فرض سے غفلت برتیں گے اور اپنے اصل مقام سے نیچے اتریں گے، اور دنیا طلبی اور خود غرضی کو اپنا پیشہ بنائیں گے تو لازماً نظام عالم درہم برہم ہو جائے گا، اور وہ کچھ ہوگا جو قیاس و گمان میں آنے والا نہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے اس

اس دائرہ میں اگر سُرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہو چکا ہے لہٰذا اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ دین و ادب کا خادم، ندوۃ العلماء کا ترجمان، آپکی خدمت میں پہنچتا رہے تو اس کا سالانہ چندہ مبلغ بیس روپے ارسال فرمایئے۔ اگر اگلے شمارہ کی روانگی سے پہلے آپ کا چندہ یا خط موصول نہ ہوا تو یہ سمجھ کر کہ آپ کو وی۔ پی ہی سے چندہ ادا کرنے میں سہولت ہے۔ اگلا پرچہ مع وی۔ پی خرچ Rs 24/25 کے مطالبہ میں وی۔ پی سے روانہ ہوگا۔ چندہ یا خط بھیجتے وقت اپنا نمبر خریداری لکھنا نہ بھولیں۔

Regd. No. LW/NP 56

Phone : 42948, 49747

TAMEER-E-HAYAT

FORTNIGHTLY

NADWATUL-ULAMA, LUCKNOW-226007 (India)

"یادِ ایام" تاریخ گجرات

مختصر نویسی کا اعجاز، تاریخ نویسی کا شاہکار

از: مولانا حکیم سید عبد الحی حسنیؒ

تاریخ گجرات کے تمام پہلوؤں پر جس اختصار لیکن مؤثر اور محققانہ انداز میں مولانا مرحوم نے نظر ڈالی ہے وہ حیرت انگیز ہے۔ گجرات کی ہزار سالہ تاریخ کو اس طرح پیش کیا ہے کہ کوزہ میں دریا سما گیا ہے۔ شاید ہی کوئی ایسا پہلو ہو جس پر گفتگو نہ کی ہو۔ حشو و زوائد سے پاک لیکن تاریخی اہمیت کی معلومات سے بھرپور۔ یہ مختصر کتاب حقیقت میں ایک رہنما اور رہبر کی حیثیت رکھتی ہے جس سے تاریخی کام کرنے والے روشنی حاصل کر سکتے ہیں اس سے تاریخ گجرات پر تحقیق کی گذرگاہیں ہی روشن نہیں ہوئی ہیں بلکہ ہندوستان کے مختلف علاقوں پر کام کرنے والوں کے لئے ایک اعلیٰ قابل تقلید نمونہ سامنے آگیا ہے ——— عبارت کی دلکشی بھی ہے اور تاریخ کا ایک وسیع، متحرک، جاندار اور بصیرت افروز نصب العین بھی۔

آفسیٹ کی طباعت۔ دیدہ زیب کتابت، قیمت صرف سات روپے

مبلغ آٹھ روپے پیشگی بذریعہ منی آرڈر روانہ فرماکر مصارف ڈاک کی رعایت کیساتھ کتاب رجسٹرڈ بک پیکیٹ حاصل کیجئے۔

مجلس تحقیقات و نشریات اسلام پوسٹ بکس ۱۱۹، ندوہ، لکھنؤ

عبّاس علاء الدّین اینڈ کمپنی

Abbas Alauddin & Co

WHOLESALE AND RETAIL TEA MERCHANTS

44 Haji Building, S. V. Patel Road,
Null Bazar, BOMBAY 3
Tele. Add. CUPKETTLE

Phone { SHOP: 862220
RESI: 898684

اسپشل مکسچر
اسپشل ممری
ہوٹل مکسچر
سوداگر مکسچر
کپ برانڈ
گولڈن ڈسٹ
فلاور بی، او، پی
سوپر ڈسٹ

۴۴۔ حاجی بلڈنگ، ایس، وی، پٹیل روڈ
نل بازار
بمبئی ۳

مئو کے اصلی نورانی تیل کی خاص پہچان

- لیبل پر مینوفیکچرنگ لائسنس نمبر U18/77 ضرور دیکھیں
- کیپسول پر LT مارکہ دیکھیں
- اگر لیبل پر مذکورہ لائسنس نمبر نہ ہو اور ایل ٹی مارکہ نہ ہو یا دوسرا مارکہ ہو تو ہرگز نہ خریدیں۔

نورانی تیل

درد، زخم، چوٹ، کٹنے، جلنے کی مشہور دوا

انڈین کیمیکل کمپنی، مئوناتھ بھنجن، یوپی

جہاد نوٹ بی ٹانک

شربت نزلہ
کھانسی، نزلہ، زکام کے لئے

دماغین
تمام دماغی کام کرنے والوں کے لئے نایاب تحفہ

خون صفا

چند مشہور اور بہترین دوائیں

دواخانہ طبیہ کالج مسلم یونیورسٹی علیگڑھ

مجلس تشخیص و تجویز کو اپنی بیماری کے حالات لکھ کر طبی مشورہ مفت حاصل کیجئے

امت کی نصرت و مدد کا وعدہ فرمایا ہے اور اللہ کا وعدہ یقیناً حق ہے، مگر پختہ یقین اور یقین کامل اس کی اولین شرط ہے۔

" ولا تهنوا ولا تحزنوا انتم الاعلون ان كنتم مومنين۔ (آل عمران ۱۳۹)

(اور (دیکھو) بے دل نہ ہونا اور نہ کسی طرح کا غم کرنا اگر تم مومن (صادق) ہو تو تم ہی غالب رہوگے)۔

نیز فرمایا گیا ہے :

" نحن اولياءكم فى الحياة الدنيا وفى الآخرة "

(ہم دنیا کی زندگی میں بھی تمہارے دوست تھے اور آخرت میں بھی (تمہارے رفیق ہیں)۔

جس کا ناصر و مددگار خود خالق کائنات ہو، کیا کوئی اس کا بال بیکا کرسکتا ہے؟ یاد کیجئے سامنے سمندر ہے، پیچھے فرعون اور اس کا لشکر، بنی اسرائیل چکّی کے ان دو پاٹوں کے درمیان ہیں، اس عالم کائنات میں جو نظام جاری ہے اس کی رو سے کوئی کہہ سکتا ہے کہ بنی اسرائیل اس خطرہ سے بچ کر نکل سکیں گے مگر ہوا کیا؟ موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے اضطراب و پریشانی کو دیکھ کر ایمان و اعتماد کے لہجہ میں فرمایا،

" كلا ان معى ربى سيهدين "

(تم ہلاک ہوجاؤگے) یہ ہرگز نہیں ہوسکتا کیونکہ میرے ساتھ میرا خدا ہے مجھے راستہ دے گا۔

بنی اسرائیل دریا پار ہوتے ہیں اور فرعون مع اپنے لشکر کے غرق دریا ہوجاتا ہے۔

اللہ کے رسولؐ غار ثور میں ہیں کفار قریش آپ کی تلاش میں غار کے دہانے پر آجاتے ہیں۔ حضرت ابوبکر پریشان ہیں کہ اگر کسی نے بھی اپنے قدم سے نیچے دیکھا تو ہم پکڑے جائیں گے۔ اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے جاں نثار کی گھبراہٹ دیکھ کر فرمایا،

ما ظنك باثنين الله ثالثهما

(ابوبکر! ان دو کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے جن کا تیسرا ساتھی خدا ہے)۔

مسلمانوں کے کرنے کا سب سے پہلا کام یہ ہے کہ وہ اپنا جائزہ لے کر دیکھیں کہ کن روگوں اور بیماریوں کے باعث وہ موجودہ حالت کو پہنچے ہیں، اور اسی جائزہ کے بعد اپنی اصلاح کی کوشش اور انابت و رجوع کی کیفیت پیدا کریں، اللہ تعالیٰ سے دوبارہ اپنے تعلق کو مستحکم و مضبوط کریں۔

کیا دنیا کی کوئی عقل یہ تسلیم کرسکتی ہے کہ کسی جانور کا لقمہ بن جانے اور اس کے معدہ میں اتر جانے کے بعد بھی کوئی زندہ رہ سکتا ہے؟ مگر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع و انابت کی کیفیت نے یہ بھی کر دکھایا۔ حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کا لقمہ بن جاتے ہیں اور یہ تنبیہ خداوندی تھی پھر جب ان کو اپنی لغزش کا احساس ہوتا ہے اور متوجہ الی اللہ ہو کر عرض کرتے ہیں، لا اله الا انت سبحانك انى كنت من الظالمين ٥ (تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے (اور) بے شک میں قصوروار ہوں)۔

جوں ہی رجوع و انابت کی یہ کیفیت پیدا ہوتی ہے اور اللہ کا بندہ اللہ کو پکارتا ہے، خدا کی مدد آموجود ہوتی ہے آپ مچھلی کے پیٹ سے آزاد ہو کر صحیح و سلامت دوبارہ زمین پر آجاتے ہیں۔

مسلمانوں کے سب سے بڑے دشمن خود ان کے گناہ ہیں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنے سپہ سالار منصور بن غالب کو محاذ جنگ پر روانہ کرتے ہوئے یہ نصیحت فرمائی تھی۔

"تم کو خواہ کیسے ہی حالات سے دوچار ہونا پڑے ہر حال میں خدا کا خوف و لحاظ رکھنا کہ تقویٰ بہترین سامان اور بہت کارگر چال ہے، خوف خدا سے بڑھکر کوئی طاقت نہیں، دشمن سے زیادہ اس بات سے ڈرو کہ خود سے یا تمہارے فوجیوں سے کوئی گناہ سرزد ہو، گناہ دشمن سے بھی زیادہ ڈرنے کی چیز ہے، دشمنوں کے مقابلہ میں ہماری مدد اس لئے ہوتی ہے کہ وہ گنہگار ہیں، اگر یہ بات نہ ہوتی تو ہم ان کے مقابلہ میں ٹک نہیں سکتے تھے، اس لئے کہ نہ ہماری تعداد اتنی بڑی ہے اور نہ تیاری ہی ان کی جیسی ہے، اگر ہم گناہ میں اپنے دشمن کے برابر ہوگئے تو مادی طاقت میں وہ ہم سے بہت فائق ہیں اگر اطاعت شعاری اور گناہوں سے پرہیز کی بنا پر ہمیں نصرت خداوندی کا استحقاق نہ حاصل ہوا تو اپنی طاقت سے ہم ان پر کبھی غالب نہیں آسکتے، تم لوگوں کی عداوت سے زیادہ اپنے گناہوں سے ڈرو۔ اپنی قدرت و طاقت سے زیادہ اپنے گناہوں سے بچنے اور حفاظت کا اہتمام کرو، تم یہ ہرگز نہ سوچو کہ ہمارا دشمن ہم سے برا اور خدا کا باغی ہے اس لئے اس کو ہم پر تسلط و غلبہ نہیں ہوسکتا چاہے ہم گناہ کریں، بہت سی قوموں پر انکے گناہوں کے سبب ان سے بدترین لوگ مسلط کردیئے گئے، تم جس طرح دشمن کے مقابلہ میں خدا سے مدد طلب کرتے ہو، اپنے نفس کے مقابلہ میں بھی خدا کی مدد کے طالب بنو"۔

ایک مرتبہ بابر اپنے وطن سے دور بیس ہزار فوج کے ساتھ محصور تھا، رسد اور مزید کمک پہنچنے کا کوئی امکان نہ تھا، اور دشمن کے دو لاکھ لشکر جرار سے مقابلہ تھا اس وقت بابر نے توبہ استغفار کیا، شراب نوشی اور دیگر تمام منکرات و خلاف شرع باتوں سے خالصۃً لوجہ اللہ توبہ کی اور دعا و مناجات کے بعد میدان جنگ میں اترا اور فتح مبین حاصل ہوئی۔

اپنے ان خیالات کے اظہار میں ہم قارئین کرام کو ترک اسباب اور ظاہری وسائل و ذرائع سے آنکھ بند کرنے کی دعوت نہیں دیتے بلکہ پورے یقین و اعتماد کے ساتھ یہ کہنا چاہتے ہیں اور تاریخ اسلام اس کی شاہد ہے کہ احکام خداوندی کی پابندی، اس کی طرف رجوع و انابت کو اولیت حاصل ہے اور ان سے غفلت برتنے کے بعد اسباب و قوت بے فائدہ اور بے معنی ہیں ـ فهل من مدكر

آر۔ ایس۔ ایس کی امیدوں کا مرکز

دہلی کے الیکشن کے نتیجہ میں رونما ہونے والی دوسری تبدیلی یہ نوٹ کی گئی کہ اس بار آر ایس ایس کے کارکنوں نے بی جے پی کے لئے کام نہیں کیا۔ بلکہ ووٹ بھی انھوں نے اندرا کانگریس کو دیا۔ مسز گاندھی سے آر ایس ایس کے کارکنوں کی یہ ہمدردی واقف کاروں کے لئے کوئی نئی بات نہیں البتہ کسی الیکشن میں جہاں اندرا کانگریس کے مقابلہ پر بی جے پی بھی موجود ہو۔ ان کارکنوں کا مسز گاندھی کے لئے کام کرنا تھوڑے حیرت انگیز ہے۔

کہا جا رہا ہے کہ آر ایس ایس والے مسلمانوں کو زیادہ تعداد میں ٹکٹ دیئے جانے پر بی جے پی سے ناراض تھے۔ یا یہ کہ آر ایس ایس کی قیادت اٹل بہاری باجپئی سے آجکل ناراض چل رہی ہے۔ جس کا اظہار اس نے دہلی کے انتخابات میں کر ڈالا۔ لیکن بات صرف اتنی ہی نہیں ملک کے باخبر حلقے اچھی طرح جانتے ہیں کہ جنوری ۱۹۸۰ء کے عام انتخابات سے آر ایس ایس نے اپنا تمام تر وزن مسز گاندھی کے پلڑے میں ڈال رکھا ہے۔ ان انتخابات میں تنظیم نے مسز گاندھی ہی کے لئے کام کیا تھا۔ بعد میں متعدد معاملات میں مسز گاندھی اور آر ایس ایس کے درمیان تال میل قائم ہوگیا۔ جن میں سے ایک تبدیلی مذہب کا مسئلہ اور ایک پاکستان سے تعلقات کا معاملہ ہے۔ چنانچہ میناکشی پورم میں تبدیلی مذہب کے واقعات کے بعد مسز گاندھی کی حکومت نے تبدیلی مذہب کے سوال پر جو پالیسی اختیار کی ہے وہ آر ایس ایس کی امنگوں اور عزائم کے عین مطابق ہے۔ اسی طرح پاکستان سے تعلق کے سوال پر بھی آر ایس ایس پوری طرح موجودہ حکومت کے ساتھ ہے۔ ......

آر ایس ایس کے رویہ کے بارے میں یہ حقیقت سب پر واضح ہوجانی چاہیے کہ آر ایس ایس اپنا کام نکالنے کے لئے صرف جن سنگھ یا بی جے پی کو ہی استعمال نہیں کرتی بلکہ اب اس کی امیدوں کا واحد مرکز مسز گاندھی کی ذات ہے۔

(سہ روزہ دعوت ۲۲ر فروری ۱۹۸۳ء)

تضمین بر شعر حکیم الامت علامہ اقبالؒ

متلاشیان نجات کو نظر آئی اس میں ہی بہتری
کہ خلوص دل سے وہ مان لیں تری برتری تری سروری
تری ذات والا صفات ہے سبب شفاعت محشری
وہ ہیں خوش نصیب نصیب ہے ترے در کی جنکو گداگری
کرم اے شہ عرب و عجم کہ کھڑے ہیں منتظر کرم
وہ گدا کہ تو نے عطا کیا ہے جنھیں دماغ سکندری

([illegible])

انسانیت کا مستقبل مسلمانوں پر منحصر ہے
مسلمان تباہ ہوئے تو ساری دنیا تباہ ہوجائے گی

از مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

تانتی باغ پروگریسو سوسائٹی کے زیر اہتمام منعقد ہونے والی سہ روزہ سیرت کانفرنس کے تیسرے اور آخری دن بنیاپوکھر اور نور علی لین کے جوراہے پر ایک غیر معمولی اور پروقار اجتماع کو خطاب کرتے ہوئے یگانۂ روزگار عالم دین، مفکر، مورخ اور مصنف حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی نے مسلمانوں کے منصب اور ان کے مقام کا تعین کرتے ہوئے قرآنی حوالوں اور احادیث کی روشنی میں بتایا کہ خدا کے آخری پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار و مہاجرین کے مابین مواخات (بھائی چارہ) قائم کرکے ایک عقیدے کی بنیاد پر دنیا میں نئی برادری قائم کی تھی۔ اس برادری کی بنیاد قومیت وطنیت اور زبان پر نہیں بلکہ عقیدے کی وحدت پر تھی خدا نے اس وحدت کو مستحکم اور سرگرم عمل ہونے کی تلقین فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ،

" الا تفعلوه تكن فتنة وفساد كبير "

(اگر تم نے ایسا نہ کیا تو زمین میں بڑا فتنہ پیدا ہوگا اور بڑا فساد پھیلے گا)۔

خدا نے یہ بات اس وقت کہی تھی جب مسلمان گنتی میں بہت کم تھے۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ اچھے انسانوں کو گنا نہیں کرتے بلکہ تولا کرتے ہیں۔ خدا کے حکم کے مطابق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بھائی چارہ قائم کیا اس میں اگر کوئی فرق واقع ہوگیا تو نوع انسانی کا مستقبل خطرے میں پڑ جائے گا کیونکہ انسانیت کا پلو مسلمانوں سے باندھ دیا گیا ہے۔ مسلمان اگر تباہی کی طرف بڑھے تو ساری انسانیت تباہ ہوجائیگی، مسلمانوں کی فلاح ساری انسانیت کی فلاح ہے۔

مولانا نے سلسلۂ بیان جاری رکھتے ہوئے دلائل و شواہد کی روشنی میں کہا کہ مسلمان مجموعی آبادی میں اپنے آپ کو اکثریت اور اقلیت کے پیمانے سے نہ ناپیں بلکہ یہ دیکھیں کہ نمک یا شکر کی تھوڑی سی مقدار کس طرح پوری دیگ کو متاثر کرتی ہے اور پورے کھانے میں پیوست ہوجاتی ہے۔ اسی طرح مسلمان جس ملک میں رہتے ہیں اس ملک کی رگوں میں خون کی طرح پیوست کرجائیں ان کا وجود اتنا ضروری اور اہم ہو کہ انکے بغیر سارے ملک کا جسم بے جان سمجھا جائیگا۔

مسلمانوں کو باہمی اخوت کا رشتہ مضبوط و مستحکم بنانے کی تلقین کرتے ہوئے حضرت مولانا نے فرمایا کہ مسلمان اسی وقت موثر ہوسکتے ہیں جب خود ملت مضبوط اور مستحکم ہو ہر شخص اپنے نقطۂ نظر سے سوچے گا تو کام نہیں چلے گا اس لئے ہجرت کے پہلے سال ہی خدا نے وحی نازل کی تھی کہ اگر مسلمانوں نے اپنے ذاتی مفاد کو اجتماعی مفاد پر ترجیح دی تو صرف انھیں کا نہیں بلکہ ساری انسانیت کا مستقبل تباہ ہوجائے گا۔

مولانا نے بڑی دلسوزی سے فرمایا کہ زندگی کا کوئی اعتبار نہیں اور پتہ نہیں کلکتہ میں پھر کبھی آنے کا موقع ملے گا یا نہیں اس لئے جی چاہتا ہے کہ میں اپنے ہر موئے تن کو زبان دے دوں اور آپ کے دلوں میں اتر جاؤں۔ انسانیت کی کھیتی کو ہمیشہ کھاد کی ضرورت پڑتی ہے۔ وہ کھاد (ذاتی مفادات کی قربانی) مسلمان ہی فراہم کرسکتے ہیں۔

مسلمانوں کے عروج و زوال کے اسباب پر روشنی ڈالتے ہوئے مولانا نے کہا کہ مسلمانوں نے دنیا میں اپنی سلطنتیں قائم کیں لیکن خدا نے ان کو جو اصل ذمہ داری سپرد کی تھی اس کو وہ فراموش کر بیٹھے اس لئے ان کو زوال سے دوچار ہونا پڑا۔ اسپین کی مثال دیتے ہوئے موصوف نے فرمایا کہ وہاں مسلمانوں نے اتنی بڑی سلطنت قائم کی لیکن انھوں نے وہاں کی اصل آبادی اور پرانے باشندوں کو اسلام سے متعارف اور مانوس بنانے کی پوری جد و جہد نہیں کی جب وہاں قومیت کا بھوت چڑھا تو ایک دھکے میں مسلمانوں کی سلطنت فضا میں تحلیل ہوگئی۔

مستقبل کے خطرات سے مغربی بنگال کے مسلمانوں کو حضرت مولانا نے آگاہ کرتے ہوئے کہا کہ تم کو خدا کی طرف سے نوٹس دی جارہی ہے کہ جس خطہ میں بھی رہو وہاں اپنی افادیت ثابت کرو محض اردو اور عربی میں مہارت پیدا کرلینے سے کام نہیں چلے گا، علاقائی زبانیں بھی سیکھنا ہوں گی اور ان میں مہارت پیدا کرکے ان کو اسلامی تعلیمات سے مالا مال کرنا ہوگا۔ مشرقی پاکستان کا حشر ہمارے سامنے ہے جو ایک ہی دھکے میں بنگلہ دیش بن گیا۔

برما کے مسلمانوں کو اس لئے غیر ملکی سمجھا گیا کہ انھوں نے برمی زبان میں مہارت نہیں پیدا کی اور برمیوں کی زبان میں اسلامی تعلیمات کو منتقل نہیں کیا۔ اگر مسلمانوں نے لوگوں کے دلوں میں اپنا گھر نہیں بنایا تو زمین ان کو نوالہ کی طرح اگل دے گی اس لئے مسلمانوں کو اپنی افادیت اور اپنے وجود کی ناگزیر اہمیت ثابت کرنا ہے۔

علم کی عظمت بیان کرتے ہوئے مولانا نے فرمایا کہ نبی امیؐ پر پہلی وحی اِقْرَأْ (پڑھو) سے شروع ہوئی تھی اور اسی میں قلم کے موثر کردار کو واضح کرنے کے لئے کہا گیا تھا کہ علم بالقلم۔ یہ عجیب بات ہے کہ لوگوں میں جب دینداری پیدا ہوتی ہے تو وہ علم و قلم سے بیزار ہوجاتے ہیں۔ علم و قلم سے کام لینے کی تلقین کرتے ہوئے مولانا نے فرمایا کہ انقلابات زمانہ کا کوئی ٹھیک نہیں اس لئے مسلمان جہاں رہیں علم و ادب سے وہاں کے ماحول کو اپنے موافق بنانے کی کوشش کریں۔

حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی کی تقریر ہزاروں مسلمانوں نے بڑی توجہ اور غور سے سنی۔ حاضرین بڑے متاثر نظر آرہے تھے۔

صبح کو مولانا ابوالحسن علی ندوی نے الحاج منصور احمد کی رہائش گاہ پر منتخب اور معزز شہریوں کو خطاب فرماتے ہوئے تلقین کی کہ مسلمان جہاں بھی ہوں اپنی دولت اور صلاحیت کا صحیح استعمال کریں۔ موصوف نے کہا کہ دوسرے مذاہب میں عبادت کا تخیل بہت تنگ ہے لیکن اسلام نے اس میں وسعت پیدا کرکے انقلاب پیدا کیا اور اس کا دائرہ اتنا وسیع کردیا کہ حصول معاش یہاں تک کہ جنسی خواہشات کی جائز طریقے سے تکمیل بھی عبادات میں شامل ہے۔ عابد و زاہد ہونے کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ آدمی تارک الدنیا ہو کر ہمیشہ دھیان گیان میں لگا رہے۔ اللہ تعالیٰ تک پہونچنے کے لئے بہت سے راستے ہیں۔ جائز تجارت کے ذریعہ بھی اس کا قرب حاصل کیا جاسکتا ہے، بال بچوں کی کفالت، محتاجوں اور معذوروں کی امداد عبادت میں داخل ہے اور اس کی سخت تاکید کی گئی ہے اس لئے ظاہر ہے کہ بال بچوں کی کفالت کے لئے حصول معاش کی کوششوں میں مصروف ہونا ہوگا وہ مصروفیت تجارت کی شکل میں بھی ہوسکتی ہے اور ملازمت کی صورت میں بھی۔ اگر اس جائز مصروفیت کے آغاز سے پہلے اپنی نیت درست کرلیں تو تجارت اور ملازمت کی مصروفیت کو قرب خداوندی کا ذریعہ بنایا جاسکتا ہے۔ مولانا نے مسلمانوں کو تاکید کی کہ وہ جائز تجارت کرنے کے گر جاننے کی کوشش کریں اور دھرتی کے بوجھ نہ بنیں۔ مسلمان جس ملک اور جس خطہ میں بھی رہیں اس کے لئے بوجھ نہ بنیں کیونکہ یہ مسلمانوں کی شان اور وقار کے خلاف ہے وہ تمام لوگ مبارکباد کے مستحق ہیں جو اپنی ذہانت اور فطانت سے حلال روزی حاصل کررہے ہیں۔

قدیم و جدید کا امتزاج :

مولانا نے مسلمانوں کی نئی نسل کی تعلیم و تربیت پر گفتگو کرتے ہوئے عام روایت اور طریقے سے ہٹ کر حاضرین کو تاکید کی کہ وہ زیادہ سے زیادہ تعداد میں نرسری اسکول قائم کریں جن میں انگریزی ذریعہ تعلیم ہو کیونکہ غیر مسلم نرسری اسکولوں میں جو تعلیم دی جاتی ہے وہ مسلم بچوں کے لئے انتہائی مضر ہے اور اس تعلیم کی وجہ سے ہماری نئی نسل پر ہندومت غالب آتا جارہا ہے۔ مولانا نے فرمایا کہ صاحب استعداد مسلمان مسجدیں بنالینے کو ہی عبادت سمجھتے ہیں جبکہ صرف رواجی نیکیوں سے ملت اسلامیہ کی تعمیر نہیں ہوسکتی۔ وقت کے تقاضوں اور جدید فتنوں کو سمجھ کر چیلنجوں کا ہمیں مقابلہ کرنا ہوگا تاکہ ہم اپنی نئی نسل کا ایمان بچاسکیں انھوں نے کہا کہ کلکتہ اپنی وسعت کے اعتبار سے ایک ملک ہے اس ملک میں مسلمانوں کو چاہئے کہ کثیر تعداد میں ایسے نرسری اسکول قائم کریں جن میں نظم و ضبط اور صفائی ہو ایسے مکتب قائم کرنے سے کیا فائدہ جہاں ہمارے بچے میلے کچیلے رہتے ہوں اور گالیاں بکتے ہوں اور کھاتے پیتے مسلمان اپنے بچوں کو وہاں بھیجنے سے گریز کریں۔

دینی تعلیم سے مسلمانوں کی نئی نسل کے بے بہرہ ہونے پر اظہار تشویش کرتے ہوئے حضرت مولانا نے فرمایا کہ دینی تعلیم کے فروغ پر توجہ دیں اور اپنی صلاحیتوں کا استعمال کرکے اپنی دنیا آپ تعمیر کریں کیونکہ حکومت کا پورا انتظام چوپٹ ہے اور اس سے کسی قسم کی توقع فضول ہے۔ مسلمان اپنے حالات درست کرنے کی کوشش اور اپنی اصلاح کریں۔ اگر مسلمان اپنے آپ کو مطلوبہ معیار کے مطابق بنالیں تو وہ ملک قوم کے لئے ناگزیر بن جائیں گے اور دوسرے فرقے ان کی خوشامد کریں گے۔!!

حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی کا سفرِ کلکتہ

مولانا ابوالحسن علی ندوی محض ایک عالم دین، ممتاز مصنف، مورخ، مفکر اور بڑی شخصیت کا نام نہیں ہے بلکہ وہ ایک تحریک اور مشن ہیں۔ قحط الرجال کے اس دور میں ان کا دم صرف ہندوستان کی مسلمانوں کے لئے ہی نہیں بلکہ سارے عالم اسلام کے لئے غنیمت اور باعث خیر و برکت ہے۔ مسلمانانِ کلکتہ کی یہ خوش قسمتی ہے کہ ان کو مولانا کے افادات و ارشادات سے مستفیض ہونے کا موقع ملا اور دو دنوں کے اندر ضعیفی اور اپنے پاؤں میں تکلیف کے باوجود مولانا ندوی نے متعدد نشستوں اور جلسوں میں اپنے افکار و خیالات سے ہم گنہ گاروں کو رشد و ہدایت کی روشنی بخشی۔

مولانا ابوالحسن علی ندوی نے اپنی تقریروں میں کوئی کرامتی اور معجزاتی بات نہیں کہی بلکہ ملت کی تعمیر کے لئے عملی طور پر آسانی سے جو کچھ ممکن ہو سکتا ہے اسی کی طرف توجہ دلائی۔ اس لئے انہوں نے اپنی تقریروں میں جن باتوں پر توجہ دلائی ہے ان پر ہمیں سنجیدگی اور متانت سے غور و خوض کرنا چاہیئے۔ اپنی بقا اور ترقی کے لئے ضروری ہے کہ مولانا نے ہمیں جو مشورے دیئے ہیں ان کو عملی جامہ پہنانے کی کوئی مناسب صورت اور سبیل پیدا کی جائے تاکہ ان کے پند و نصائح نشستند، گفتند، برخاستند بن کر نہ رہ جائیں۔

ہندوستان جس تیزی سے بگاڑ کی طرف جا رہا ہے اس سے کوئی بھی شہری خوش نہیں ہے۔ ہر شخص کی پیشانی پر خواہ وہ ہندو ہو یا مسلمان تشویش و اضطراب کی شکنیں ہیں کیونکہ ہندوستان کی تمام مروجہ سیاسی پارٹیاں قوم اور ملک کے مسائل حل کرنے میں ناکام ثابت ہو چکی ہیں۔ حکمراں جماعت کانگریس اور اپوزیشن پارٹیوں کو ہندوستانی عوام نے باری باری برسر اقتدار لا کر آزما لیا ہے کوئی بھی پارٹی یا جماعت ان کی توقعات پر پوری نہیں اتری۔

مولانا ابوالحسن علی ندوی نے کلکتہ میں اپنے قیام کے دوران عام مسلمانوں اور خاص طور پر دانشوروں اور باشعور افراد کو بار بار اس امر کی طرف توجہ دلائی کہ ملک میں آوے کا آوا بگڑا ہوا ہے۔ اس کی خرابی کی جڑ کیا ہے اس پر بھی موصوف نے شرح و بسط سے روشنی ڈالی کہ آج انسانیت کا پاور ہاؤس خراب ہو گیا ہے۔ زندگی کے بجلی گھر میں خرابی پیدا ہو گئی ہے اور لوگ اندھیرے میں بھٹک رہے ہیں۔ چور بازاری، رشوت ستانی اور فریب کاری کا دور دورہ ہے اور پورے ملک کا نظام چوپٹ ہو کر رہ گیا ہے۔ مسلمانوں کے اس عظیم مفکر نے بجا طور پر کہا ہے کہ اسلام ترک دنیا کا درس نہیں دیتا بلکہ وہ اس روحانیت کا علمبردار ہے جو زندگی کے ساتھ چلتی ہے اور اس کی رہنمائی کرتی ہے۔

مولانا ابوالحسن علی ندوی نے کلکتہ میں اپنے قیام کے آخری دن جلسۂ عام میں اسلامی اخوت پر زور دیتے ہوئے بڑی دلسوزی سے فرمایا کہ اگر ہم امت کے ملی اور اجتماعی تقاضوں نیز دین کی حفاظت و اشاعت کے مطالبے اور اس کی ضرورتوں سے بے نیاز رہے تو یہ خودکشی کے مترادف ہے۔

مولانا ابوالحسن علی ندوی کی دور اندیش نگاہوں نے اس خطرے کو دیکھ لیا ہے جو ہندوستان کی سالمیت اور اس کے اتحاد پر منڈلا رہا ہے۔ ہندوستان میں مروجہ قومی سیاسی پارٹیوں کی نااہلی اور بدعنوانی کے باعث علاقائی پارٹیوں کا زور بڑھ رہا ہے اور آئندہ دس برس کے بعد ہندوستان کا موجودہ شکل میں باقی رہنا ممکن نظر نہیں آتا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان ماضی کی طرح پھر مختلف ٹکڑوں میں منقسم ہو کر رہ جائے گا اور اس کا شیرازہ بکھر جائے گا۔ ہم یہ بات خدانخواستہ اپنے باطن ہونے والے امتیاز اور بدسلوکی سے جل بھن کر نہیں کہہ رہے ہیں بلکہ ملک کے حالات کہہ رہے ہیں کہ اندر ہی اندر ایک ایسا لاوا پک رہا ہے جو جلد ہی ابل کر رہے گا۔ ملک میں اس کے ابلنے کے بعد ایسے شگاف پیدا ہوں گے جو ایک ملک کو مختلف ملکوں میں تبدیل کر دیں گے۔ ایسی صورتِ حال میں جبکہ ہندوستان میں اس سرے سے اس سرے تک ہر جگہ مسلمان پھیلے ہوئے ہیں تو ان کو اپنے مستقبل کے لئے ابھی سے پیش بندیوں کی ضرورت ہے۔ اس ضرورت کا احساس دلاتے ہوئے مغربی بنگال کے مسلمانوں سے مولانا ابوالحسن علی ندوی نے اپیل کی کہ وہ خدا کی اس نوٹس کو چشم بینا سے پڑھیں کہ جس خطہ میں رہو وہاں اپنی افادیت ثابت کرو۔ محض اردو اور عربی میں مہارت پیدا کر لینے سے کام نہیں چلے گا بلکہ جس علاقے میں رہتے ہو وہاں کی زبان پر عبور حاصل کرو اور ان سے ان کی زبان میں بتاؤ کہ ہم تمہارے لئے کتنی بڑی نعمت ہیں اور ہمارے پاس جو اسلامی تعلیمات ہیں انہی کی روشنی میں تمہارے مسائل حل ہو سکتے ہیں۔

مغربی بنگال کے مسلمانوں کے لئے مولانا ابوالحسن علی ندوی کے اس مشورے میں بہت بڑا نکتہ پوشیدہ ہے۔

ایک اچھا طبیب وہی ہوتا ہے جو مرض کے اسباب پر غور کرے۔ صرف مرض کا علاج کرنے سے مکمل صحت حاصل نہیں ہوتی۔ وقتی طور پر اگر مرض سے افاقہ ہوا تو وہ پھر عود کر آئے گا اس لئے اس کے اسباب کو ختم کرنا ضروری ہے۔ سابق مشرقی پاکستان میں لسانی اور علاقائی قومیت کا بھوت وہاں کے عوام پر محض اس لئے سوار ہوا کہ وہ دینی تعلیم سے بے بہرہ تھے اور اس بات سے ناواقف تھے کہ اسلامی تعلیمات میں ہی ہمارے تمام مسائل کا حل مضمر ہے۔ شیخ مجیب الرحمن نے جب بنگالی قومیت کا نعرہ بلند کیا تو اس نعرے سے مسحور ہو کر مشرقی پاکستان کے عوام ایک سراب کے پیچھے دوڑ گئے۔ اگر اسلام پسند قوتوں نے ان کے سامنے پہلے سے ان کی زبان میں اسلامی تعلیمات پیش کی ہوتیں تو آج مشرقی پاکستان بنگلہ دیش میں تبدیل نہ ہوتا۔

ہندوستان میں بڑی تیزی سے وہی اسباب و عوامل پیدا ہو رہے ہیں جو سابق مشرقی پاکستان کو بنگلہ دیش بنانے کا باعث ہوئے تھے۔ پنجاب، آسام، تامل ناڈو اور آندھرا پردیش کے حالات ہمارے سامنے ہیں۔ آندھرا پردیش میں تیلگو دیشم صرف اس بنیاد پر برسر اقتدار آئی ہے کہ ریاستی عزت نفس دہلی والوں کے ہاتھوں گروی تھی اور اس کا وقار مجروح ہو رہا تھا۔ خوشی کی بات ہے کہ آندھرا پردیش کی مسلم تنظیموں نے مستقبل کے خطرے کو بر وقت بھانپ لیا اور وہ تیلگو دیشم سے ہم آہنگ ہو گئیں ورنہ انتخابات کے بعد حیدرآباد پولس ایکشن کی طرح ایک مرتبہ پھر مسلمانوں کو تباہی و بربادی اور قتل عام کا شکار ہونا پڑتا۔ آندھرا پردیش میں علاقائیت کا جو خطرہ منڈلا رہا ہے اس سے ہم آہنگ ہو کر ریاست کے مسلمانوں نے وقتی طور پر حالات سے سمجھوتہ کر لیا ہے لیکن مسئلہ کا یہ کوئی مستقل حل نہیں ہے۔ ریاست کے مسلمانوں اور نئی برسر اقتدار جماعت تیلگو دیشم کی ہم آہنگی کا مطلب یہ نہیں کہ اردو کے لئے کچھ مراعات حاصل کر لی جائیں بلکہ بہترین صورت یہ ہے کہ اس ہم آہنگی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ریاست کی تعمیر میں موثر اور بھرپور کردار ادا کرنے کے علاوہ تیلگو زبان میں اسلامی لٹریچر شائع کئے جائیں اور تیلگو عوام کو بتایا جائے کہ مسلمان ان کے لئے ایک ایسا اثاثہ ثابت ہو سکتے ہیں جس کے بغیر ان کی بقا اور ترقی ممکن نہیں ہے۔

اس وقت کم و بیش پورے ہندوستان میں ایسے حالات پیدا ہو رہے ہیں کہ مسلمان ایک مرتبہ پھر اپنا کھویا ہوا مقام آسانی سے حاصل کر سکتے ہیں لیکن شرط یہ ہے کہ مروجہ سیاسی پارٹیوں کے دام میں پھنسنے کے بجائے وہ اپنی دنیا خود تعمیر کریں۔ پنجاب کی سرزمین تقسیم ملک کے بعد مسلمانوں کے لئے اتنی تنگ ہو گئی تھی کہ وہ پاکستان منتقل ہو گئے۔ پنجاب کے لوگ ان کے خون کے پیاسے تھے مگر اب حالات جو کروٹ بدل رہے ہیں اس میں مسلمان ایک اہم اور موثر رول ادا کر سکتے ہیں۔ پنجابی عوام کو اپنے بچھڑے ہوئے مسلمان بڑی یاد آ رہے ہیں۔ اگر مسلمانوں نے پنجاب کے حالات سے اپنے آپ کو ہم آہنگ کر کے پنجابی عوام کے دلوں میں اپنا گھر بنا لیا تو ان کا مستقبل روشن ہو سکتا ہے۔ مسلمانوں کی یہ بہت بڑی کمزوری ہے کہ وہ اپنے خول میں بند رہ کر اجتماعی تقاضوں سے پہلو تہی کرتے ہیں اور حالات کا چیلنج قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کچھ دنوں کے بعد ہی وہ حالات کے تیز دھارے میں خس و خاشاک کی طرح اپنے خول سمیت بہہ جاتے ہیں۔

نرسری اسکولوں کے قیام اور مسلمانوں کی نئی نسل کو اسلامی تعلیمات سے آشنا کرنے کے لئے مولانا ابوالحسن علی ندوی نے جو مشورے دیئے ہیں ان پر بڑی آسانی سے عمل کیا جا سکتا ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ گزشتہ دو دنوں کے اندر ممدوح نے جو کچھ کہا ہے اس سے عملی طور پر استفادہ کرنے کے لئے کلکتہ کے صائب الرائے حضرات کو ایک جگہ سر جوڑ کر بیٹھنا چاہیئے کہ ہم ان کے افکار و خیالات کو کس طرح عملی جامہ پہنا کر مغربی بنگال کے مسلمانوں کی تعمیر کریں۔

ہم تاتی باغ پروگریسیو سوسائٹی کو مبارکباد پیش کرتے ہیں کہ اس نے اپنی سہ روزہ سیرت کانفرنس کے ذریعہ مولانا ابوالحسن علی ندوی سے استفادہ کرنے کا موقع دیا لیکن ان کی سیرت کانفرنس مروجہ سیرت کانفرنسوں کی طرح نہیں تھی جن میں زورِ خطابت کا مظاہرہ کر کے وقتی طور پر سامعین کے دلوں میں شعلے بھڑکائے جاتے ہیں جو پلک جھپکتے ہی راکھ کی طرح ڈھیر ہو جاتے ہیں۔ مولانا کلکتہ میں اپنے افکار و خیالات کی جو چنگاریاں سلگا گئے ہیں ان کو عمل کی آنچ میں بدلنے کے لئے سوسائٹی کو چاہیئے کہ روایتی کاموں سے پرے ہٹ کر ٹھوس اقدامات کرے۔ مولانا نے اپنے سفرِ کلکتہ میں جو نقوش چھوڑے ہیں ان کو بے عملی کے گرد و غبار سے بچانا چاہیئے۔

(بشکریہ "اخبار مشرق" کلکتہ)

اسے ضرور پڑھیں!

بعض حضرات پرچہ نہ پہونچنے کی شکایت کرتے ہیں مگر خط میں نہ اپنا پورا پتہ لکھتے ہیں نہ خریداری نمبر لکھتے ہیں، مجبوراً ہم ایسے خطوط کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ بعض حضرات منی آرڈر بھیجتے ہیں مگر کوپن پر اپنا پتہ یا خریداری نمبر نہیں لکھتے ایسے منی آرڈر امانت میں محفوظ ہو جاتے ہیں

اور

جب کافی عرصہ کے بعد وہ لکھتے ہیں تو ان کی رقم جمع ہو پاتی ہے....

دست بردار ہو کر دین اسلامی کے رواج و فروغ میں ہمہ تن مصروف ہو جائیں، خدا کرے یہ دن جلد از جلد دیکھنا نصیب میں آئے۔

والسلام

(ترجمہ: محمد وزیر متعلم دارالعلوم ندوۃ العلماء)

بقیہ ص: ۱۲

کی ہر وقت موجودگی ممکن ہے۔

غیر ممالک میں جاسوسی کے لئے کے۔جی۔بی کو "غیر قانونی" افراد کی مدد حاصل ہوتی ہے۔ وہ کئی کئی سال تک غیر متحرک رہتے ہیں پھر انھیں ماسکو سے کسی اہم فریضہ کی ہدایات موصول ہوتی ہیں۔ غیر قانونی ایجنٹ روڈولف ہرمن ۱۹۶۹ء میں کینڈا سے امریکہ گیا تھا، اس نے وہاں ایک فری لانس فوٹو گرافر کی حیثیت سے کام شروع کیا اور اس طرح دوسرے جاسوسوں سے اطلاعات حاصل کرنے میں کامیاب ہوا۔ وہ بیک وقت امریکی ادارے ایف بی آئی اور روسی ادارے کے۔جی۔بی سے اس کے رابطہ کا پتہ لگا لیا۔

کے۔جی۔بی کے لئے معلومات حاصل کرنے کا ایک تہائی ذریعہ دستاویزات شائع شدہ مواد اور دیگر وہ ذرائع ہیں جو بآسانی عوام سے حاصل ہو سکتے ہیں تاہم ان کی افادیت بہت کم ہے۔ جاسوسی کے لئے مواصلاتی سیاروں کے استعمال میں روس امریکہ سے کافی پیچھے ہے۔ کوئی دو ہفتہ قبل روس کا جاسوسی مواصلاتی سیارہ کاسموس ۱۴۰۲ زمین پر گر گیا تھا۔ البتہ روس مغربی پیغاموں کو اینٹینا یا کھلے سمندر میں جہازوں کے ذریعہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ مواصلاتی سیاروں اور مائکرو ویو کی مدد سے ٹیلیفون پر ہونے والی بات چیت کے ذریعہ اہم سرکاری اور تجارتی راز حاصل کرنے میں K.G.B. کافی حد تک کامیاب ہے۔

جاسوسی کے جدید اور تکنیکی ذرائع میں واماندگی کے باوجود انسانی ذرائع حاصل کرنے میں روس کا کوئی ثانی نہیں۔ کے۔جی۔بی۔ کے ایک منحرف الیکسی میکوف کا بیان ہے کہ ۱۹۶۹ء سے ۱۹۷۲ء تک مغربی جرمنی کے ۱۵۰۰ باشندے روس کی جاسوسی کے لئے بھرتی کئے گئے تھے۔ امریکہ میں بھی ان کی سرگرمیاں روز افزوں ہیں۔ تیسری دنیا اور عالم اسلام کے اکثر ممالک ترقی کی دوڑ میں پیچھے ہونے کی وجہ سے کے جی بی اور اس کے ایجنٹوں کے عزائم سے بے خبر رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہاں امریکہ کے مقابلے میں روس کا اثر بڑھتا جا رہا ہے۔

ایران

جس اتحاد کا داعی ہے

ابھی حال ہی میں امریکہ کی متعدد مساجد اور اسلامی مراکز میں ایک مظاہرہ کی صورت پیدا ہو گئی ہے جو لوگوں کی توجہ اور دلچسپی کا سامان بنی ہوئی ہے بلکہ یہ کہنا زیادہ صحیح ہو گا کہ یہ مظاہرہ مسلسل کشیدگی اور چپقلش کی صورت اختیار کرتا جا رہا ہے خاص طور پر جمعہ کے دنوں میں زیادہ کھل کر یہ صورت حال سامنے آتی ہے۔ نماز کے بعد مسجد سے واپسی کے وقت نمازی جوں قدم بڑھاتا ہے اس کی نگاہ چند ایسے ایرانی افراد پر پڑتی ہے جو بہت سے پروپیگنڈہ کرنے والے مضامین کا بڑا پلندہ لئے رہتے ہیں ان میں وہ رسائل و اخبارات ہوتے ہیں جو ایرانی طریقۂ کار کی نمائندگی اور تہران کے موجودہ حکومتی نظام کے فروغ میں قابل ذکر حصہ لیتے ہیں۔ اسی پر بس نہیں بلکہ یہ لوگ اکثر و بیشتر نمازیوں سے بطور ترغیب ان مضامین کو پڑھنے اور مطالعہ کی دعوت دیتے ہیں جس پر بسا اوقات شرمندگی و ندامت بھی ہوتی ہے عام طور پر یہ روش سخت کلامی اور تو تو میں میں تبدیل ہو جاتی ہے اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ مسجد کے باہر و اندر ہاتھا پائی شروع ہو جاتی ہے۔

ان مشکلات کا بنیادی سبب غالباً یہ ہے کہ ان رسالوں و اخبارات میں صحابۂ کرام پر سب و شتم اور بعض ازواج مطہرات پر تہمت و الزام کی بوچھار ہوتی ہے اور صرف تنہا یہ چیز مسلمانوں کی غیرت و حمیت اور ان کے غیظ و غضب کو بھڑکانے میں موثر رول ادا کر سکتی ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ یہ مظاہرہ جس کا مقصد مسلمانوں کی شیرازہ بندی کے بجائے ان میں پھوٹ اور انارکی کا رواج دینا ہے اس کے اصل ذمہ دار براہ راست ایرانی طلبہ ہیں، وہ صحابۂ کرام کی پاک طینت شخصیتوں کو داغدار اور ان پر سخت و شست لعنت و ملامت کے الفاظ کی بوچھار کرتے ہیں اور یہی ایرانی اسلامی یکجہتی و اتحاد کا دعویٰ بھی کرتے ہیں۔ اس صورت حال کے ساتھ کیا یہ ممکن ہے؟۔

قابل ذکر بات یہ ہے کہ ایرانی طلبہ نے یونائیٹڈ امریکا کے پانچ علاقوں میں حالیہ جنوری کی آٹھ تاریخ کو "ہفتۂ اتحاد تنظیم" کی بنیاد رکھی اور ان ملاقاتوں میں مقررین اور گفتگو کرنے والوں نے اسلامی اتحاد کی اہمیت اور اس کی ضرورت پر کافی توجہ دی۔ اسلامی اتحاد کی گفتگو اور اسلامی وحدت کا نعرہ یقیناً قابل توجہ اور قابل صد ستائش ہے بلکہ یہ ہر اس مخلص مسلمان کی دیرینہ آرزو اور مقصد و منشا ہے جو اسلام کا اس کے دشمنوں پر غلبہ و تفوق دیکھنا چاہتا ہے۔ لیکن افسوس کا پہلو یہ ہے کہ ایرانیوں کی ان لبھا دینے والی باتوں کا ایران کی اس کارکردگی سے دور کا بھی واسطہ نہیں جس پر وہ عمل پیرا ہے اور جس کی تعبیر و وضاحت ایران کے نشریاتی پروگرام رسالے سیاست اور طریقۂ کار کرتے ہیں۔

ہم بھی اسلامی اتحاد کے ہم نوا اس کے لئے کوشاں اور اس دن کے دیکھنے کے خواہاں ہیں جس دن امت اسلامیہ اپنے دشمنوں کے بالمقابل ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو جائے لیکن وہ کون سا اتحاد ہے جس کا ایران امریکی میدان میں خواہاں اور داعی ہے کیا یہ وہی اتحاد ہے جو قرآن و سنت کا مدعا اور منشا ہے یا وہ اتحاد ہے جس کا ایران اس لئے ہم نوا ہے کہ آیت اللہ خمینی کو بقیہ مسلمانوں کی حمایت و نصرت حاصل ہو اور تمام مسلمان ان تمام جماعتی پروپیگنڈوں کی تصدیق کریں جس کی ایران دعوت دے رہا ہے۔

ہم ہر جگہ کے ایرانی بھائیوں کو مخاطب بناتے ہوئے خصوصاً ایرانی حکومت سے یہ توقع رکھتے ہیں کہ ایرانی بھائی اس تنگ اور ناپسندیدہ جماعتی پروپیگنڈے سے کنارہ کشی اختیار کریں گے جو افسوس ہے کہ اب ایرانی انقلاب کا بنیادی رنگ اور مزاج بن گیا ہے۔ اس وقت ایران خود کشمکش اور معرکہ سے دوچار ہے۔ لہذا ہم شدت سے اس دن کے منتظر ہیں جس میں ایرانی بھائی جماعتی پروپیگنڈے سے

اندرا گاندھی کے بارے میں

آر۔ایس۔ایس کے موقف میں تبدیلی

ایسا اندازہ لگتا ہے کہ وزیر اعظم اندرا گاندھی اور کانگریس (آئی) کے بارے میں آر۔ ایس۔ ایس کے موقف میں کوئی بنیادی تبدیلی آ گئی ہے۔

اس تبدیلی کے آثار اس وقت نمایاں طور پر محسوس ہوئے جب آر۔ ایس۔ ایس کے جنرل سکریٹری راجیندر سنگھ اکھل بھارتیہ پرتی ندھی کے تین روزہ اجلاس کے بعد اخبار نویسوں سے گفتگو کر رہے تھے۔

یہ جانتے ہوئے کہ اس اجلاس میں آسام کے مسئلہ پر ہر نوعیت سے اہمیت کے ساتھ غور و خوض ہوا تھا یہ بات تعجب خیز محسوس ہوئی کہ آسام میں تشدد کے واقعات پر گفتگو کرتے ہوئے راجیندر سنگھ کا لب و لہجہ اندرا گاندھی کے بارے میں بڑا نرم اور لچکدار تھا۔

جو تجاویز اس اجلاس میں پاس ہوئیں ان تجاویز میں اندرا گاندھی کا نام کے ساتھ ذکر نہیں کیا گیا اس کے برعکس ساری تنقید کا رخ ریلوے وزیر غنی خاں چودھری کی طرف تھا۔ اس موضوع پر اخبار نویسوں نے سوالات کی بوچھار کر دی لیکن راجیندر سنگھ اپنا دامن بچا کر نکل گئے اور یہ عذر پیش کیا کہ آر۔ ایس۔ ایس کا افراد پر الزام تراشی کا مزاج نہیں ہے۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ پھر غنی خاں چودھری کا نام تجویز میں کیوں لیا گیا، تو انھوں نے اس سوال کو نظر انداز کر دیا۔

(ہندوستان ٹائمس)

۲۵ر مارچ ۸۳ء

مسلمانوں کی موجودہ قومی سیرت کے بعض کمزور پہلو

از مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

دوسری اور آخری قسط

بے عملی و بزدلی:

۳۔ مسلمانوں پر اس وقت ایک نظر ڈالنے سے ایک عام ذہنی و نفسی کیفیت نظر آتی ہے جسے پورے طور پر الفاظ میں ادا کرنا مشکل معلوم ہوتا ہے لیکن شاید قریب تر الفاظ یہ ہوں گے۔ "کچھ کئے بغیر سب کچھ پا جانے کی خواہش"۔ گویا استعارہ کی زبان میں مسلمان بیٹھے بیٹھے شطرنج کی ایسی چال چلنا چاہتے ہیں کہ دفعتاً بازی مار لیں اس میں شک نہیں کہ مسلمان سیاست میں دیر میں آئے لیکن یہ حقیقت ہے کہ انھوں نے سیاست کا مفہوم محض انجمن آرائی تجاویز کی منظوری، اظہار رائے اور زیادہ سے زیادہ اظہار ناراضگی سمجھا۔ جس سیاست کی بنیاد آج سے ۳۰۔۴۰ سال پہلے پڑی تھی اس کا مزاج اور خمیر تمام تر یہی تھا۔ بلکہ درحقیقت یورپ میں بھی اس وقت (جب انتخابی اور جمہوری زندگی کا آغاز تھا) سیاست کا مفہوم اس سے کچھ زیادہ نہ تھا مگر اس کے بعد سے تمام دنیا کے حالات بہت سرعت کے ساتھ بدل گئے اب سیاست کا نام جدوجہد اور ایثار و قربانی کا ہے۔ مگر مسلمانوں میں تبدیلی بہت دیر میں واقع ہوتی ہے اور عجیب بات ہے کہ ان کا سب سے زیادہ بدلنے والا طبقہ سب سے کم بدلنے والا ہے اور سب سے زیادہ متحرک اور ترقی پسند جماعت سب سے زیادہ جامد اور ساکن واقع ہوئی ہے چنانچہ تحریک خلافت کے چند سالوں کو مستثنیٰ کر کے مسلمانوں کی پوری سیاسی تاریخ محض جلسوں، تقریروں تجاویز بیانات وفود اور یاد داشتوں (میمورنڈم) کی روداد ہے۔ انھوں نے مغربی سیاست کا جو سبق یاد رکھا ہے وہ صرف یہ ہے کہ سیاست قائم ہے دماغی ذہانت، قانونی قابلیت سیاسی حاضر دماغی اور حسن تقریر کا لیکن وہ بھول گئے ہیں کہ یہ مجلسی پارلیمنٹری سیاست کے لئے تو مفید ہے مگر خارجی اور عملی سیاست اور انقلابی جدوجہد کچھ اور چاہتی ہے اور کبھی کبھی اس کی ضرورت بھی پیش آتی ہے۔

اسی تربیت کا نتیجہ ہے کہ مسلمانوں میں اتنی ذہنی پستی پیدا ہوگئی ہے کہ وہ شماتت دشمن کی مصیبت پر خوشی) پر اتر آتے ہیں، تربص دوائر (گردش زمانہ کا انتظار) ان کا شیوہ ہو گیا ہے۔ اخلاقی طاقت اتنی کمزور ہوگئی ہے کہ وہ دوسروں کی جرأت و جانبازی اور ایثار و قربانی کا اعتراف بھی نہیں کر سکتے اور اس کے ماننے کے لئے بھی تیار نہیں کہ کوئی قوم کسی صحیح یا غلط مقصد کے لئے کوئی قربانی کر رہی ہے چہ جائیکہ ان میں اس سے اپنے صحیح اور بلند مقصد کے لئے جدوجہد اور قربانی کا جذبہ پیدا ہو۔

یہ صورت حال بھی تشویش کی باعث اس کا سبب یہ ہے کہ مسلمانوں پر اپنی کمزوری اور ناتوانی کا احساس اتنا طاری کر دیا گیا ہے کہ وہ اپنے کو کسی جدوجہد اور قربانی کا اہل نہیں سمجھتے اور کسی قسم کے خطرات کے لئے قطعاً تیار نہیں۔ انھوں نے یقین کر لیا ہے کہ مسلمان خربوزے کی طرح ہیں۔ جس کے لئے ہر حال میں خطرہ ہی خطرہ ہے اس لئے نہ وہ چھری پر گرنے کو تیار ہیں اور نہ چھری کو اپنے اوپر گرنے دینا چاہتے ہیں، نیز ان کو دوسری طاقت پر اعتماد کرنے کا ایسا عادی کر دیا گیا ہے کہ وہ خدا پر بھروسہ کرنے اور اعتماد علی النفس کی دولت سے محروم ہوتے جا رہے ہیں، یہ صورت حال وقتی اور عارضی نہیں ہے۔ اندیشہ ہے کہ کہیں ان حالات میں مسلمانوں کی مجاہدانہ روح اور ان کا جذبہ سرفروشی ایک مدت طویل کے لئے سرد نہ ہو جائے اور وہ توکل علی اللہ اور پھر اعتماد علی النفس کے جوہر سے محروم نہ ہو جائیں۔ یہ مسلمانوں کا اتنا بڑا نقصان ہے کہ اس کی تلافی آسانی سے ممکن نہ ہوگی۔

مسلمانوں کو اپنے آپ سے مایوسی اور اعتماد علی الغیر، اپنی کمزوری کا ضرورت سے زیادہ احساس اور دوسروں کی طاقت کا ضرورت سے زائد اندازہ اور اقلیت و اکثریت کے مسائل سے شب و روز کا یہ انہماک، انگریزی تعلیم و تہذیب اور مغربی سیاست کا نتیجہ ہے جو مسلمانوں کو ایک جامد قوم دیکھنے کی عادی ہے اور جو اعداد کے طلسم سے کسی طرح نکل نہیں سکتی اور جو ایمان و توکل کی دولت سے محروم ہے اس زہر کا تریاق قرآن و حدیث کی اشاعت ہے۔ جب تک مسلمان کی سیاست قرآن و حدیث پر مبنی تھی اور اس کے دل و دماغ اور روح پر ان کا اثر تھا۔ اس میں اتنا عزم و توکل اور خدا کے وعدوں پر اتنا بھروسہ تھا کہ اس سے خارق عادت واقعات صادر ہوتے تھے محمد بن قاسم فاتح سندھ اور طارق ابن زیاد فاتح اندلس کے واقعات کے یاد دلانے کی ضرورت نہیں قرآن کی آیت:

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين۔

(نہ سست پڑو اور نہ غمگین ہو تمہیں بالا و برتر ہو اگر تم مومن ہو)

اور:۔

كم من فئة قليلة غلبت فئة كثيرة باذن الله والله مع الصٰبرين۔

(کتنی ہی چھوٹی جماعتیں اللہ کے حکم سے بڑی جماعتوں پر غالب آگئیں اور اللہ صابروں کے ساتھ ہے)۔

جن لوگوں کے سامنے رہتی تھیں اور ان کا اس پر ایمان تھا انھوں نے مٹھی بھر جماعتوں سے ملکوں کو فتح کر لیا اور وہاں کی تہذیب، زبان و معاشرت کو بالکل بدل دیا۔ آج بھی صرف قرآن و حدیث کی اشاعت ہی مسلمانوں میں اعتماد اور تقلب کی طاقت پیدا کر سکتی ہے۔

صحابہ کرام اور مجاہدین اسلام کے حالات و واقعات کی اشاعت بھی اس نقطۂ نظر سے بہت ضروری ہے خصوصاً ماضی قریب کے عالی ہمت مجاہدین کے سوانح و حالات مثلاً سید احمد شہیدؒ، مولانا اسمٰعیل شہیدؒ، شیخ سنوسی، محمد بن عبدالکریم ریفی نے قریب زمانہ میں نہایت قلیل طاقت اور رفقاء کی بہت تھوڑی تعداد کے ساتھ بڑی سلطنتوں کا مقابلہ کیا اور ایمان کی طاقت اور عزم و توکل کا اعلیٰ مظاہرہ کیا جو لوگ سیاسی تحریکوں سے ہٹ کر مسلمانوں میں تعمیری اور تعلیمی کام کر رہے ہیں ان کو اس ضرورت کی طرف جلد متوجہ ہونا چاہیے کہ یہ مسلمانوں کی کسی سیاسی خدمت سے کم اہم نہیں ہے۔ بلکہ یہ مسلمانوں کی سیاست کی صحیح بنیاد ہے اور اسی پر ان کے مستقبل کی تعمیر ہوگی۔

غیر مشروط اطاعت:

۴۔ مسلمانوں کا ایک بہت بڑا جوہر جس نے کسی غلط چیز کو عام طور پر مسلمانوں پر مسلط ہونے سے روکا اور قیادت کی کسی کمزوری سے یا شخصی رائے اور فیصلہ کی غلطی کی وجہ سے ان کو ہلاک ہونے سے محفوظ رکھا۔ وہ ان کی آزادیٔ رائے اور آزادیٔ ضمیر کا جوہر یا غلط چیز سے انکار کر دینے کی طاقت اور شریعت کا یہ زریں اصول تھا کہ۔

لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق۔

(خدا کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت صحیح نہیں)۔

اسی کا مظاہرہ تھا کہ حضرت عمرؓ کو برسر منبر ایک بڑھیا اور عرب کا ایک بدو ٹوک دیتا تھا اور اس کے سامنے وہ سر جھکا دیتے تھے اور اسی کا نتیجہ تھا کہ مسلمانوں کی شخصی سلطنت کے بڑے سے بڑے دور استبداد و جبر میں بھی مسلمانوں کی آزادی رائے کبھی سلب نہیں ہوئی اور بادشاہوں کے غلط فیصلوں اور خلفاء کی غلطیوں کے خلاف علمائے وقت نے ہمیشہ آواز بلند کی جس سے دین و شریعت اور مسلمانوں کے عام مزاج و طبائع میں تحریف نہیں ہو سکی۔ حضرت عبداللہ بن عمر سعید بن المسیب، حسن بصری، سعید بن جبیر، امام مالک، امام ابوحنیفہ، امام احمد بن حنبل کے واقعات تاریخ اسلام میں روشن رہیں گے۔

اسلام میں مطلق و غیر مشروط اطاعت صرف اللہ و رسول کی ہے۔ باقی کسی انسان کی اطاعت غیر محدود اور غیر مشروط نہیں ہے بلکہ اس کی اطاعت اس وقت تک ہے جب تک وہ اللہ و رسول کی اطاعت کرتا ہے کسی خلاف شریعت فیصلہ اور کسی ایسے حکم کی تعمیل میں جس سے دین اور امت کو یقینی طور پر نقصان پہنچتا ہو اطاعت جائز نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ مجاہدین کی ایک جماعت پر ایک صحابی کو سردار بنایا اور لوگوں کو اس کی اطاعت و تعمیل حکم کی تاکید کی۔ راستہ میں سردار کو اپنے ساتھیوں سے کچھ شکایت پیدا ہو گئی۔ اس نے لوگوں کو حکم دیا کہ لکڑیاں جمع کرو، پھر اس میں آگ لگائی اور الاؤ تیار کیا، پھر لوگوں سے کہا کہ تمھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری اطاعت و تعمیل حکم کی تاکید نہیں کی تھی؟ لوگوں نے اقرار کیا، اس نے کہا تو پھر میرا حکم ہے کہ اس آگ

میں کود پڑو۔ لوگوں نے اس سے انکار کر دیا اور کہا کہ خودکشی حرام ہے اور فعل حرام میں آپ کی اطاعت ہمارے لئے ضروری نہیں۔ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی، آپ نے لوگوں کی تصویب فرمائی اور فرمایا کہ اگر یہ لوگ اس آگ میں کود جاتے تو ہمیشہ اسی میں رہتے۔ لیکن اب چند سالوں سے مسلمانوں میں سیاسی شخصیت پرستی اس درجے کو پہونچ گئی ہے کہ وہ اپنے قائدوں کے احکام اور فیصلوں کی کسی قسم کی تنقید کے لئے تیار نہیں اور ہر غلط اور صحیح حکم کی تعمیل اور اس کی توجیہ و تاویل اپنا اسلامی وظیفہ سمجھنے لگے ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ قائد کے احکام کی تعمیل بھی ضروری ہے اور مسلمانوں میں رائے و اختلاف کی آزادی بعض دور میں بے اعتدالی اور فوضویت (انارکی) یا خارجیت کی حد تک پہنچ گئی ہے لیکن جب قائد مسائل اسلامیہ میں اعلیٰ بصیرت اور رسوخ نہ رکھتا ہو اور سیاست اسلامی میں تقویٰ و تدین کے ساتھ تفقہ و اجتہاد کی قابلیت اس کو حاصل نہ ہو اس وقت اپنے کو کالمیت فی ید الغسال (مردہ بدست زندہ) کے طور پر اس کے حوالے کر دینا صحیح نہیں ہے اور بڑے عظیم دینی و سیاسی خطرات کا باعث ہے۔

ابتذال و اشتعال:

(۵) یہ چند کمزور پہلو ہیں جو ہم کو اس وقت کم سے کم ہندوستان کے مسلمانوں کی قومی سیرت میں نمایاں نظر آتے ہیں اور سیاسی جماعتوں اور ملکوں کی حمایت یا مخالفت کے جذبہ سے بالکل علیحدہ ہو کر پیش کئے گئے ہیں ان کا محرک اسلامی احساس اور درد دل کے سوا کچھ نہیں۔ اسلامی جرائد و رسائل سے گزارش ہے کہ وہ اس مضمون کو بجنسہٖ یا اختصار کے ساتھ شائع کر کے ایک بڑی اسلامی خدمت انجام دیں یا ان مقاصد و معروضات کو (خواہ کچھ تنقید اور اختلاف کے ساتھ) اپنے طور پر اپنے الفاظ و مضامین پیش کریں۔

صحیح تعلیم اور اخلاقی و ذہنی سیاسی تربیت کی کمی اور خود غرض اور جاہ طلب رہنماؤں کی ناعاقبت اندیشی اور بعض وقت اشتعال انگیزی کی وجہ سے نیز صحافت و سیاست و ادب کی پستی اور سوقیانہ طرز تحریر کی وجہ سے ایک عرصہ سے ابتذال و اشتعال ہندوستانی مسلمانوں کا عام مزاج بن گیا ہے۔ حالات کی معمولی سی تبدیلی اور خفیف سی ناراضگی کے موقع پر دماغی توازن کھو دینا اور ضبط و اعتدال اور انصاف کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دینا اور ہر اختلاف میں مخالف کی عامیانہ اور ادنیٰ سطح پر اتر آنا اور اختلاف رائے رکھنے والوں کی مذمت اور ہجو میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھنا اور لعنت کا وہ سارا ذخیرہ جس کو میر جعفر زٹل اور سودا نے بھی ہاتھ نہیں لگایا بے تکلف استعمال کر دینا ایک قومی شعار بن گیا ہے۔ ان آخری چند برسوں میں کتاب و شریعت اور اسوۂ رسول رکھنے والے مسلمانوں نے جو ولا یجرمنكم شنآن قوم على الا تعدلوا اعدلوا هو اقرب للتقوىٰ۔ (لوگوں کی دشمنی تمھیں اس پر آمادہ نہ کرنے پائے کہ تم انصاف کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دو انصاف کرو وہ خدا ترسی کے زیادہ قریب ہے) — اور ولا تنابزوا بالالقاب (اور ایک دوسرے کو برے لقب سے پکارو) کے مخاطب تھے۔ ابتذال و اشتعال اور باہمی اہانت و تذلیل کا وہ نمونہ پیش کیا ہے جو تمام عیوب و نقائص کے باوجود یورپ کے جاہلی اور منکر خدا قوموں اور ہندوستان کے خدا ناشناس اور آخرت فراموش ہندوؤں میں نہیں مل سکتا۔

جیسا کہ عرض کیا گیا، اس کا ایک سبب صحیح تعلیم کی کمی اور اخلاقی و ذہنی و سیاسی تربیت کا افسوسناک فقدان ہے۔ جو لوگ سیاسی تلاطم اور طغیانیوں کی وجہ سے سطح پر آگئے ہیں۔ ان میں سے اکثر نا تربیت یافتہ مشتعل مزاج اور دینی تعلیمات سے محروم ہیں قوم بھی عرصۂ دراز سے دینی تعلیم اور اخلاقی تربیت سے محروم چلی آرہی ہے اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اس بارے میں مزاجوں کا پورا توافق ہے اور متاع کارواں کے ساتھ کارواں کے دل سے احساس زیاں بھی رخصت ہو رہا ہے

آج ہندوستانی مسلمانوں کی زندگی میں سیاست و قومیت کی جو اہمیت اور ان کے قلب و دماغ اور اعصاب پر سیاسی حالات و اختلافات کا جو اثر ہے اس سے زیادہ گزشتہ دور میں مسلمانوں کی زندگی اور ان کے قلب و دماغ پر دینی مسائل و اختلافات کا اثر رہ چکا ہے۔ سیاسی مسلکوں اور جماعتوں نے ان کی زندگی اور دلچسپیوں میں ابھی اتنی وسیع جگہ نہیں گھیری اور اتنی سنجیدگی اور گہرائی نہیں حاصل کی جتنی اس دور کے بعض مسکرة الآراء مسائل کو حاصل رہ چکی ہے۔ علمی و درسی حلقے انھیں مباحث و مناظروں سے گرم تھے گھروں میں بھی چرچے تھے مجلسوں میں بھی مذکرے۔ لیکن اس وقت کا پورا علمی ذخیرہ ہمارے سامنے ہے اور وہ شہادت دیتا ہے کہ انھوں نے کبھی ضبط و اعتدال کا اور ثقافت و وقار کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا اور رکاکت و ابتذال کی اس سطح پر نہیں آئے جس سطح پر اس وقت کے بلند پایہ اہل سیاست آچکے ہیں۔

اس سلسلے میں سیاسی رہنماؤں پر بڑی ذمہ داری ہے ان سے ایک جماعت قومی جوش اور کسی سیاسی مسلک و خیال کی حمایت میں اور ایک جماعت محض اپنے ذاتی اغراض و جاہ و اعزاز کے لئے اپنی حریف جماعت یا قیادت کو نیچا دکھانے کے لئے بڑی بے دردی کے ساتھ عوام کے جذبات اور ملک کی صحافت کو استعمال کرتی ہے اور قوم کے اعصاب کو بے جان ڈوریوں کی طرح کھینچتی اور ڈھیلا کرتی رہتی ہے۔ موقع بے موقع اشتعال و ہیجان پیدا کر کے عوام کے ہاتھوں اپنے مخالفوں کی تذلیل و اہانت کرا کے اخبار نویسوں کے قلم سے اور مقرروں کی زبان سے ہجو و طنز کے مبتذل اور اشتعال انگیز الفاظ استعمال کرا کے قومی مزاج و مذاق کے بگاڑ کا سامان کرتی ہے اور نادان و بے تربیت قوم کے فرزندوں کے ہاتھ میں گویا دھار دار اور خطرناک اوزار دیتی ہے جن کے متعلق یہ کبھی اطمینان نہیں کیا جا سکتا کہ وہ کب اور کس موقع پر ان کو استعمال کریں گے۔ یہ حضرات وقتی جوش میں اس بات کو بالکل بھول جاتے ہیں کہ دوسرے وقت جب یہ عوام (جن کا ہمیشہ راضی رکھنا بہت مشکل ہے) ان سے ناراض ہو جائیں گے تو یہ سارے حربے اور الفاظ کا یہ سارا ذخیرہ ان کے خلاف صرف کریں گے۔

ان حضرات سے اس قومی جوش میں دو بڑی مہلک غلطیاں ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ ہر اختلاف رائے کی گنجائش ختم کر دینا چاہتے ہیں۔ اور بہ جبر و بزور قوت ایسے مسائل میں جن پر کفر و ایمان و ہلاکت و نجات کا انحصار نہیں ایک نقطہ پر لے آنا چاہتے ہیں۔ یہ مسلط ایک اور خارجی ذہنیت اپنی حیثیت سے بھی ایک فتنہ ہے اور اس لحاظ سے بھی ایک خطرہ ہے کہ اس سے سمت سے فکری استقلال اور اجتہاد و تنقید کی قوت سلب ہوتی ہے اور ملت پر ایک ذہنی جمود اور بے شعور تقلید کی فضا طاری ہو جاتی ہے۔ ایسے جبر کا اور غیر طبعی وحدت خیال کی صورت میں اگر غلطی ہو جائے تو پھر قوم کی کشتی کو ڈوبنے سے کوئی بچا نہیں سکتا کہ صرف ایک ناخدا ہوتا ہے، اور وہ دوسرے اشخاص جو ناخدائی کی صلاحیت رکھتے ہیں دست و پا بستہ اور پنبہ بدہن ہوتے ہیں، جو نہ بول سکتے ہیں۔ نہ ہاتھ پاؤں چلا سکتے ہیں۔ امت مسلمہ کی راہ یقیناً نہ انتشار و فوضیت (انارکزم) کی راہ ہے نہ جبریت فسطائیت (فیزم) کی راہ۔

دوسری خطرناک غلطی یہ ہو رہی ہے کہ عوام کو غلط فہمی ہوتی جا رہی ہے کہ ان کی رائے اور خواہش اصل اور معیار ہے اور خواص اور اہل علم و اہل دین کو بھی اسی کے مطابق چلنا چاہئے۔ وہ رہنماؤں، علماء اور اہل فکر کو اپنی رائے اور خواہشات کے مطابق چلانا چاہتے ہیں اور جو اس میں ذرا بھی تامل کرے اس کے لئے وہ بڑی سے بڑی سزا تجویز کرتے ہیں جو قرون وسطیٰ کا محکمہ احتساب (انکویزیشن) اپنے نزدیک ملاحدہ اور آزاد خیالوں کو دیا کرتا تھا، یہ عوام چار و ناچار مقتدی تو بن جاتے ہیں مگر مولانا محمد علی مرحوم کے بقول مقتدی بن کر نماز خود پڑھانا چاہتے ہیں۔ اس غلط روی کی وجہ سے قومی و مذہبی زندگی میں جو ابتری و بے نظمی اور انتشار پیدا ہوگا اس کا تصور کرنا کچھ مشکل نہیں۔

سب سے بڑی ذمہ داری صحافت پر ہے۔ صحافت قوم کی سب سے بڑی امانت ہے جس کے لئے بڑی خدا ترسی اور تربیت و اہلیت اور فنی قابلیت شرط ہے۔ گزشتہ دور میں مصاحبوں اور ندیموں اور مشیروں اور وزیروں شاعروں اور بذلہ سنجوں اور ہمدم و دمساز رفیقوں اور دوستوں کو مزاجوں میں وہ دخور اور دل و دماغ پر وہ دسترس حاصل نہیں تھی جو اس وقت اخبار نویسوں کو قوم کے مزاج اور مذاق پر حاصل ہے۔ شاعری ادب و خطابت، وعظ و احتساب کی ساری طاقتیں صحافت کی طرف منتقل ہو گئی ہیں۔ اگر یہ صحیح ہاتھوں میں ہے تو پوری قوم کے مزاج اور مذاق کی اصلاح تصورات کی تصحیح اور اخلاقی تربیت اور ذہنی ترقی کے لئے اس سے زیادہ مؤثر و مفید اور اس سے زیادہ وسیع اور عمومی راستہ نہیں

اور اگر غلط ہاتھوں میں ہے تو اس زہر کا تریاق نہیں۔

بدقسمتی سے بہت سے لوگوں نے صحافت کا پیشہ اختیار کر لیا ہے جن میں نہ دینی و اخلاقی اہلیت ہے نہ ذہنی استعداد، اصول و کردار کے لحاظ سے قطعاً غیر ذمہ دار، فن کے لحاظ سے خام، نومشق اور ناآزمودہ کار زبان و ادب کا معاملہ اہل زبان کے لئے بھی اتنا آسان نہیں جتنا سمجھا جا رہا ہے۔ محض الفاظ کی نشست ادب و صحافت نہیں۔ مناسب الفاظ کو مناسب محل پر استعمال کرنا اور الفاظ کا انتخاب بڑی مشق اور زبان کی قدرت کا طالب ہے۔ ہر زبان الفاظ کے لئے بھی مدارج اور گویا درجۂ حرارت و برودت ہے۔ بعض الفاظ روزانہ اور ہر موقع پر استعمال ہو سکتے ہیں بعض الفاظ کے صحیح استعمال کی برسوں میں نوبت آنی مشکل ہے۔ وہ ایسے مواقع کے لئے وضع ہوتے ہیں جو شاذ و نادر پیش آتے ہیں اور ایسا اثر پیدا کرتے ہیں جو اہم نتائج پیدا کرتا ہے۔ عام اور معتدل حالات کے لئے علیحدہ الفاظ ہیں۔ غیر معمولی اور انتہائی صورتحال کے لئے علیحدہ الفاظ ہیں۔ نومشق اخبار نویس یا مشتعل مزاج ادیب پہلے ہی موقع پر وہ آخری اور انتہائی الفاظ استعمال کر دیتا ہے جس کو واضعین لغت نے خاص مواقع کے لئے وضع کیا تھا اور ایک ایسی غلط اور غیر واقعی فضا پیدا کر دیتا ہے جس کا وہ شخص یا صورت حال ہرگز مستحق نہیں جس کے لئے یہ الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ معمولی غلطی یا معمولی اختلاف کے موقع پر بیزاری اور لعنت کے آخری الفاظ مدح کے موقع پر عقیدت و عظمت کے وہ القاب جو اپنے پیشواؤں اور اولیاء امت کے متعلق استعمال ہوتے ہیں سیاسی مسلک سے معمولی اختلاف رکھنے والوں کے لئے وہ الفاظ و کلمات جو یزید و شمر کے لئے بھی اس امت کے محتاط لوگوں نے استعمال نہیں کئے۔ ان اخبارات کا دن رات کا کھیل ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ الفاظ اہمیت اور قوت کھوتے جا رہے ہیں۔ اور کم علم ناظرین کا خزانۂ معلومات ایسے ہی الفاظ سے بھرتا جا رہا ہے اور وہ اپنی تقریروں، تحریروں اور زبانی گفتگو میں ان کو بے تکلف استعمال کرتے ہیں اور روزانہ زندگی میں ابتذال و اشتعال کا عنصر بڑھتا جا رہا ہے جس کا کوئی تریاق نہیں ہوتا، گنتی کے چند اخبارات و رسائل اس زہر کا تریاق بہم پہنچاتے ہیں تو قوم کی بدمذاقی ابتذال پسندی اور تفریح طلبی کی وجہ سے ان کو وہ مقبولیت و عمومیت حاصل نہیں جس کے وہ مستحق ہیں۔ یہ مسموم صحافت قلب و نظر کو رفتہ رفتہ ایسا ماؤف کر دیتی ہے کہ کسی سنجیدہ معتدل اور صحیح چیز کو وہ پسند نہیں کر سکتی اور اس کو قبول کرنے اور ہضم کرنے سے وہ مستقل طور پر معذور ہو جاتی ہے۔ بعض اخبارات و رسائل کو اس بارہ میں کمال حاصل ہے کہ کچھ مدت تک ان کو پڑھتے رہنے سے دماغ میں ایک خاص قسم کی ایسی کجی پیدا ہو جاتی ہے کہ کسی صحیح اور متوازن چیز کے نفوذ کرنے کی صلاحیت باقی نہیں رہتی، اور سیدھا سادہ اخبار بین دنیا کو، واقعات کو، اشخاص کو اور دینی مسائل و احکام کو اخبار نویس ہی کی نظر سے دیکھنے لگتا ہے۔

ادبی رسائل کا حال ان اخبارات سے بُرا ہے۔ چند سنجیدہ علمی و ادبی رسائل کو چھوڑ کر سستے قسم کے کثیر الاشاعت رسائل جو نوجوانوں کے اخلاق اور زندگیوں کو اس سے زیادہ تباہ کر رہے ہیں جتنا طاعون اور وبائی امراض کسی ملت یا بستی میں پھیل کر انسانی نفوس کو تباہ کرتے ہیں۔ یا چنگیز و ہلاکو اپنے مفتوحہ ممالک میں تباہی و ہلاکت پھیلاتے تھے۔ دنیا نے شاید کبھی ایسا مجرمانہ اور ذلیل تجارت کا تجربہ نہیں کیا ہوگا جیسا کہ اس کاغذی تجارت کا ہو رہا ہے جس کی قیمت قوم کو ماہوار یا ہفتہ وار نوجوانوں کے اخلاق، جذبات اور صحت و زندگی سے ادا کرنی پڑتی ہے۔

بداخلاقی، بدذوقی، عریانی و بیحیائی اور فسق و معصیت کے یہ جراثیم گھر گھر پھیلے ہوئے ہیں۔ کوئی شہر، قصبہ حتی کہ دیہات پہاڑوں کی چوٹیاں اور چلتی ہوئی گاڑیاں بھی ان سے محفوظ نہیں، بے حیائی کی اشاعت حیوانی خواہشات و برہنگی کا جوش اور جنون پیدا کرنے اور فسق و فجور کو خوشنما اور دل فریب بنانے اور سنجیدگی و معقولیت و شرافت اور اخلاق کو بے وقعت اور قابل مضحکہ قرار دیتے ہیں۔ ان رسائل نے جو کامیابی حاصل کی ہے وہ آج تک کسی تحریک و قوت کو حاصل نہیں ہوئی۔ اگر قوم میں اخلاقی شعور ہوتا تو وہ ان نامۂ سیاہ سوداگروں سے وہ سخت سے سخت محاسبہ کرتی جو سب سے بڑے قومی مجرمین سے کیا جانا چاہئے۔ لیکن وہ الٹی انکی سرپرستی یا اپنی غفلت سے ان سے چشم پوشی کر رہی ہے۔ اگر کچھ عرصے تک یہی حال رہا تو قوم اخلاق کی اس سطح پر پہونچ جائے گی جس پر فرانس اور یورپ کی بعض دوسری قومیں پہنچ گئی ہیں اور پھر اسلام کی دعوت و نمائندگی تو الگ رہی وہ کسی سنجیدہ اور تعمیری کام اور کسی جدوجہد کے قابل بھی نہیں رہے گی۔ فالی اللہ المشتکی و ھو المستعان۔

{ الفرقان جلد سوم ١٣٦٥ھ }

ماسٹر نیاز احمد صاحب صدیقی

استاذ محترم جناب ماسٹر نیاز احمد صاحب صدیقی گزشتہ ماہ (مارچ ۱۹۸۳ء) انتقال فرما گئے۔ ان کے انتقال کی خبر غیر متوقع طور پر اور اچانک ملی اور جاننے والوں کو سوگوار بنا گئی۔ ان کی عمر تقریباً ۸۰ سال تھی لیکن انتقال سے چند ہی روز قبل وہ ندوہ تشریف لائے تھے اور ان سے ملاقات ہوئی تھی اور آئندہ مزید ملاقاتوں کی امید تھی لیکن اچانک انتقال کی خبر آ گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ماسٹر صاحب ندوہ میں کچھ دن انگریزی کے استاذ کی حیثیت سے رہے لیکن اس نسبتاً کم مدت میں ہی اپنی عظمت نفس، بلند کردار، حسن اخلاق، نیک نفسی اور اخلاص کی وجہ سے ندوہ کے ذمہ داروں اور اساتذہ کے دلوں میں گھر کر لیا اور طلبہ کو اپنا گرویدہ بنا لیا۔ ماسٹر صاحب اپنے فن کے ماہر اور ایک کامیاب اور قابل احترام استاذ ہونے کے ساتھ ساتھ انتہائی منکسر المزاج اور متواضع انسان تھے۔ رفتار میں گفتار میں ہر وقت اور ہر کام میں ان کا یہ وصف نمایاں رہتا۔ چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے ہمیشہ سر جھکا رہتا، اکڑنا تو.... دور کی بات ہے وہ تو سیدھا کھڑا ہونا یا بیٹھنا بھی شاید بھول چکے تھے۔ دھیمے لیکن میٹھے لہجہ میں گفتگو کرتے۔ تیز یا بلند آواز میں گفتگو کرتے کسی نے ان کو نہیں سنا، اخلاص و مروت کے زندہ پیکر تھے، ہمیشہ ہر ایک کا بھلا چاہا اور ہر ایک کے ساتھ بھلائی کی اور اس ادا کے ساتھ کہ کسی کو محسوس نہ ہو کر اس کے ساتھ بھلائی کر رہے ہیں۔ کبھی نہ کسی کی شکایت زبان پر لائے نہ کسی کو شکایت کا موقع دیا۔ کسی سے ناراض ہونا شاید جانتے ہی نہ تھے طلبہ کبھی کبھی شوخیوں اور شرارتوں کے بعد ڈرتے اور جھجکتے ہوئے ان کے پاس جاتے تو ان کی شفقت و محبت کا دامن وسیع پاتے جس میں ایک طرف تو محبت کی خنکی ہوتی دوسری طرف اخلاص کی ہلکی آنچ، لیکن یہ آنچ کچھ اتنی لطیف اور خوشگوار ہوتی کہ انسان سب کچھ ہار بیٹھے اور ماسٹر صاحب کا دل سے گرویدہ ہو جائے چھوٹا بڑا جو سامنے آ جائے بڑھ کر سلام کرتے اکثر لوگوں نے اپنے دل میں سوچا اور عزم کیا کہ ماسٹر صاحب سے سلام میں سبقت لیجائیں لیکن ماسٹر صاحب نے کسی کو اس کا موقع نہیں دیا۔

ماسٹر صاحب اردو کے مشہور مزاح نگار اور نقاد جناب رشید احمد صدیقی کے چھوٹے بھائی تھے۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے ایم۔ اے، ایل، ایل، بی اور بی ٹی کی ڈگری لی، شبلی اسکول اعظم گڑھ میں انگریزی کے استاذ رہے پھر جب اسکول ترقی کر کے شبلی کالج بنا تو انگریزی کے لکچرر ہو گئے۔ اس کے بعد محمد حسین انٹر کالج جونپور کے پرنسپل ہوئے۔ وہاں سے رٹائر ہوئے تو ندوۃ العلماء میں انگریزی کے استاذ مقرر ہوئے اور عمر جب زیادہ ہو گئی تو یہاں سے الگ ہو گئے اور گھر پر خاموش اور پرسکون زندگی گزارتے رہے۔ اس مدت میں بھی اکثر ندوہ آتے رہے اور اپنے حسن اخلاق و اخلاص کی یادیں تازہ کرتے رہے۔ ان کے انتقال سے ہم لوگ انکساری اخلاص اور شفقت و محبت کے ایک ایسے پیکر سے محروم ہو گئے ہیں جو اپنی ہر ادا سے قرن اول کے اللہ کے نیک بندوں کی یاد تازہ کرتے تھے۔ اور جن کی مثالیں آج کی دنیا میں شاذ و نادر ہی ملتی ہیں۔

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو آخرت میں سربلند و سرخرو فرمائے، اور مخلصین و صدیقین میں جگہ دے۔ قارئین سے مغفرت کی درخواست ہے۔

نور عظیم ندوی

جاسوسی کا روسی ادارہ

کے۔ جی۔ بی (K.G.B.)

کمیونسٹ پارٹی کا آلۂ کار ہے

معین الدین کمالی

امریکہ اور روس دنیا کی دو سپر طاقتیں ہیں، اپنے بے پناہ ایٹمی اسلحہ کے علاوہ ان کی قوت کا راز عالمی پیمانے پر کام کرنے والے جاسوسی کے ادارے ہیں۔ امریکہ کے رسوائے عالم سی۔ آئی۔ اے۔ کی طرح روس کا بدنام زمانہ ادارہ کے۔ جی۔ بی (K.G.B.) دنیا بھر میں انتشار و بے چینی اور ظلم و تشدد کی خفیہ سرگرمیاں جاری رکھے ہوئے ہے۔ حکومتوں کی شکست و ریخت اور انقلاب کے ذریعہ دہشت و خونریزی کی کارروائیاں بظاہر کسی ایک ملک کے اپنے عوام اور حکمرانوں کی چپقلش کا نتیجہ نظر آتی ہیں لیکن ان کے پیچھے کام کرنے والے خفیہ ہاتھوں کا پتہ لگایا جائے تو کہیں نہ کہیں اس کا سرا سی۔ آئی۔ اے (C.I.A.) یا کے۔ جی۔ بی (K.G.B) سے ملتا ہوا نظر آ جائے گا۔ جاسوسی کے ان عالمی اداروں کے نزدیک اپنے مطلوبہ مقاصد کے حصول کے لئے ہر ہتھکنڈا جائز ہے۔ دولت کی ترغیب و تحریص، مراتب و مناصب کی بلندی، عیش و عشرت کی فراہمی، لالچ، دھونس دھاندلی حتیٰ کہ جبر و تشدد سے بھی کام لینا پڑے تو جاسوسی کے یہ ادارے کوئی عار محسوس نہیں کرتے۔

تازہ ترین اطلاعات کے مطابق امریکی ادارۂ جاسوسی سی۔ آئی۔ اے کو غیر ممالک میں اپنی سرگرمیاں بڑھانے کے اختیارات دے دئے گئے ہیں۔ کینیڈی کے زمانے سے C.I.A. کے دائرہ کار میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ لاطینی امریکہ کے علاوہ دنیا کے متعدد ممالک میں سی آئی اے، کی سرگرمیاں عروج پر ہیں۔ اس ادارے کے بعض سابق ایجنٹوں نے اپنے ضمیر کی آواز پر اس سے علیحدگی اختیار کرنے کے بعد جن گھناونی سرگرمیوں کا انکشاف کیا ہے ان میں دنیا کے مختلف ملکوں میں قتل و دہشت گردی اور ظلم و تشدد کے منصوبے جسم کے رونگٹے کھڑے کر دیتے ہیں۔ سی آئی۔ اے کا بنیادی مقصد یہ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ ادارہ سوشلسٹ اور کمیونسٹ قوتوں کے اثر و نفوذ اور سرگرمیوں کو روکنے کے لئے قائم کیا گیا ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ سی۔ آئی۔ اے نے عالمی پیمانے پر کام کرنے والی اسلامی تحریکوں کو بھی زبردست نقصان پہنچایا ہے۔

چند سال پہلے C.I.A کے ایک اعلیٰ افسر مچل کا اپنے سربراہ کے نام خط واشنگٹن کے ایک روزنامے میں شائع ہوا تھا جس میں اس نے اسلامی تحریکوں کو دبانے اور ان کے اثر و نفوذ کو کم کرنے کے لئے "قیمتی مشورے" دئے تھے۔ ابھی ایک سال قبل ہی C.I.A. کے ذمہ یہ کام بھی کیا گیا ہے کہ وہ اسلامی تحریکوں کی سرگرمیوں پر کڑی نظر رکھے۔

روسی ادارۂ جاسوسی K.G.B. نے بھی دنیا بھر میں اپنی سرگرمیوں کو تیز کر دیا ہے جس کا بظاہر مقصد یہ ہے کہ ہر وہ بات اور کارروائی جو روس کو ناپسند ہو اس کا مقابلہ کیا جائے۔ اسلامی تحریکوں پر K.G.B. کی بھی خاص نظر ہے ——— اسلامی تحریکات کے بڑھتے ہوئے اثرات کو روکنے میں C.I.A. اور K.G.B. ایک دوسرے پر سبقت لے جانے میں پیش پیش نظر آتی ہیں۔

امریکہ اور روس کے ان متحارب اداروں کی سرگرمیاں خود انہی کے توسط سے ایک دوسرے کے خلاف دنیا کے سامنے آتی رہی ہیں۔ آج کی نشست میں ہم K.G.B. کے خفیہ عزائم اور اس کی عالمی سرگرمیوں کا جائزہ لے رہے ہیں۔

گزشتہ نومبر کی بات ہے۔ برزنیف کو دفن ہوئے ابھی چار ہی گھنٹے ہوئے تھے سرخ کریملن کے سبز کمرے میں امریکہ کے نائب صدر جارج بش روسی کمیونسٹ پارٹی کے سربراہ یوری آندروپوف کے ساتھ نجی طور پر خوش گپیوں میں مصروف تھے۔ جارج بش برزنیف کی تدفین میں شرکت کرنے والے امریکی وفد کے سربراہ کی حیثیت سے روس میں آئے ہوئے تھے۔ وہ ۷۷-۱۹۷۶ء کے دوران C.I.A. کے ڈائریکٹر رہ چکے تھے۔ سنجیدہ اور رسمی گفتگو میں مزاح پیدا کرنے کی خاطر جارج بش نے آندروپوف سے کہا، "میرا خیال ہے کہ ہم ایک دوسرے کو اس وقت سے جانتے ہیں جب ہم پر یکساں قسم کی ذمہ داریاں عائد تھیں"۔ آندروپوف دوہرے شیشوں والی عینک سے اپنے مہمان کو گھورتے ہوئے معنی خیز انداز میں مسکرائے۔ یہ پہلا موقع تھا کہ جاسوسی کے دو عالمی اداروں کے سابق سربراہ یکجا ہوئے تھے۔ جارج بش ایک سال تک C.I.A کے ڈائرکٹر رہے جب کہ یوری آندروپوف نے K.G.B. کے سربراہ کی حیثیت سے پندرہ سال تک "خدمات" انجام دیں۔

کریملن سے صرف ایک میل کے فاصلے پر کے۔ جی۔ بی کا ہیڈ کوارٹر واقع ہے جہاں سے کمیونسٹ پارٹی کے سیاسی مقاصد کے فروغ کی خاطر جاسوسی اور حصولِ اطلاعات کی ہدایات جاری کیجاتی ہیں۔ سی۔ آئی۔ اے کے برعکس کے۔ جی۔ بی صرف بیرون ملک ہی کام نہیں کرتی بلکہ اس کی سرگرمیاں اندرون ملک بھی جاری رہتی ہیں۔ کے۔ جی۔ بی کو سات لاکھ ایجنٹوں اور اتنی ہی تعداد میں خبر رسانوں کی خدمات حاصل ہیں جب کہ سی۔ آئی۔ اے کی نفری ایک لاکھ تیس ہزار کارکنوں پر مشتمل ہے۔ کے۔ جی۔ بی کے ایجنٹ اور مخبری کرنے والے افراد بیشتر اپنے ہی ملک میں اپنے ہم وطنوں پر کڑی نظر رکھتے ہیں۔ آندروپوف کے اقتدار سنبھالنے سے قبل ہی کے۔ جی۔ بی کا اثر و نفوذ خود اپنے ملک میں بہت بڑھ گیا تھا۔ اسٹالن کے دورِ تشدد کو چالیس سال سے زائد گذر جانے کے باوجود آج بھی لوگ کے۔ جی۔ بی کو پورے نام سے پکارنے کے بجائے صرف کمیٹی آفس یا جی۔ بی کہتے ہیں۔

بالشویک انقلاب کے بعد "انقلابی انصاف" کے آلہ کے طور پر روس کی خفیہ پولیس کا ادارہ قائم ہو گیا تھا۔ اسے بتدریج جن ناموں سے پکارا گیا۔ وہ یہ ہیں چیکا۔ جی، پی، یو۔ او، جی، پی، یو۔ این، کے، وی، ڈی۔ این، کے، جی، بی۔ اور ایم، جی، بی۔ ۱۹۵۴ء سے یہ ادارہ کے۔ جی۔ بی (K.G.B.) کہلاتا ہے اور اسے جبر و تشدد کے مترادف سمجھا جاتا ہے۔ اس کا نام آتے ہی اسٹالن کے دور کا بدترین ظلم و ستم تصور پر چھا جاتا ہے وہی عوام کو بیوقوف بنانے والے مقدمات، جبر و تشدد کے ذریعہ حاصل کئے جانے والے مقدمات، جبر و تشدد کے ذریعہ حاصل کئے جانے والے اعتراف جرم کے بیانات، اچانک چھاپے اور گرفتاریاں اور لبیانکا جیل میں راتوں رات مجرموں کو ٹھکانے لگانے کے اقدامات K.G.B. کے ایجنٹ مغربی ممالک میں جاسوسی کے بیشتر اداروں میں کام کر رہے ہیں۔

عام خیال یہ تھا کہ K.G.B. کے اعلیٰ اختیارات اور اس کی وحشیانہ کارروائیوں کے سبب روسی حکمراں ٹولہ خفیہ پولیس کے سربراہ کو ملک کا سربراہ نہیں بنائے گا لیکن ۶۸ سالہ یوری آندروپوف نے گزشتہ نومبر میں اس رکاوٹ کو بھی عبور کر لیا اور انھیں برزنیف کے جانشین کے طور پر کمیونسٹ پارٹی کی مرکزی کمیٹی میں لے لیا گیا۔ چھ ماہ قبل انھیں کے۔ جی۔ بی۔ کے سربراہ کی حیثیت سے فارغ کر دیا گیا اور کمیونسٹ پارٹی میں ان کی شمولیت کے لئے راہ ہموار کر دی گئی۔ برزنیف کے انتقال سے قبل ہی ان کی آزاد خیالی کے بارے میں یہ مشہور کیا گیا کہ وہ اسکاچ وہسکی اور مغربی موسیقی کی آواز کے رسیا ہیں اب ان کے برسر اقتدار آنے کے بعد یہ حقیقت واضح ہو گئی ہے کہ روس ایک جدید طرز کی پولیس اسٹیٹ ہے۔ جہاں دور اسٹالن کے تشدد کی جگہ نرم قسم کے نظم و ضبط نے لے لی ہے۔ K.G.B. روسی عزائم کے فروغ کا ایک جدید ادارہ بن گیا ہے۔ کے، جی، بی، کے سربراہ کی حیثیت حاصل ہونے والے تجربات کی روشنی میں آندروپوف نے اس طریق کار میں مناسب تبدیلیاں کی ہیں۔

غیر ممالک کے عوام کو متاثر کرنے کے آندروپوف نے روسی پروپیگنڈے کو ایک نیا رخ دیا ہے۔ انھوں نے ایٹمی اسلحہ کے بارے میں نئی ہدایات دی ہیں اور یورپ میں ناٹو کے نئے میزائلوں کی نقل و حرکت کے خلاف مہم شروع کر دی ہے۔ ان کی کارکردگی اس قدر ماہرانہ ہے کہ جنیوا میں امریکی بحریہ کے جنرل ایڈورڈ راؤنی کو مزاحیہ انداز میں کہنا پڑا کہ مغرب کو اب یوری آندروپوف سے مقابلہ درپیش ہے۔

بیرونی دنیا میں آندروپوف ایک بڑا اہم شخصیت نظر آتے ہیں لیکن اپنے ملک میں انھوں نے کاہلی، بدعنوانی اور پارٹی سے عدم وفاداری کے خلاف عملی جنگ کا اعلان کر دیا ہے۔ پولیس کو ہدایات جاری کر دی گئی ہیں کہ شرابیوں، آوارہ گردوں اور کام چور افراد کو گرفتار کر لیا جائے مزدوروں، دانشوروں اور ادیبوں اور فن کاروں کو

متنبہ کر دیا گیا ہے کہ نظریاتی اختلاف برداشت نہیں کیا جائے گا اور انھیں اپنے فن اور کام سے پارٹی کی مدد کرنی چاہیے۔ ایک تاریخ داں رائے اے میڈ ویڈیف سے سرکاری طور پر کہا گیا کہ وہ روسی نظام کے خلاف اپنی سرگرمیوں سے باز آجائے۔ باغی مصنف جارجی والڈیموف کو کے۔جی۔بی کی جانب سے سزا کی دھمکی دی گئی۔ اندروپوف نے آج تک جو تقرریاں کی ہیں ان میں سے اکثر کا مقصد کے۔جی۔بی کی قوت میں اضافہ ہے۔ انھوں نے آذربائیجان میں K.G.B. کے سربراہ ۵۹ سالہ حیدر علیف کو ڈپٹی پرائم منسٹر اور کے۔جی۔بی میں اپنے جانشین ۶۴ سالہ وٹالی فیڈروچک کو داخلی امور کا وزیر بنایا ہے جس کے تحت روایتی پولیس یعنی ملیشیا کام کرتی ہے۔ اس طرح پولیس اور سیکورٹی سروس کے درمیان رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو ۱۹۵۴ء میں ٹوٹ گیا تھا۔ K.G.B. کا نیا سربراہ ۶۰ سالہ وکٹر چیبریکوف ہے جو ۱۳ سال تک آندروپوف کے نائب کی حیثیت سے کام کر چکا ہے۔

آندروپوف کی جانب سے کی جانے والی ابتدائی تقرریوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ K.G.B. کے افراد اور طریقہ کار کو روس پر مسلط کرنا چاہتے ہیں لیکن ایران میں K.G.B. کے سابق ایجنٹ ولادیمیر کوزیکن کے خیال میں آندروپوف ہمیشہ کی طرح آج بھی کمیونسٹ پارٹی کے وفادار ہیں۔ ولادیمیر کا بیان ہے کہ مغربی ممالک کا یہ خیال غلط ہے کہ کے۔جی۔بی کوئی آزاد اور خود مختار ادارہ ہے۔ یہ دراصل کمیونسٹ پارٹی کا آلۂ کار ہے۔ یہ ادارہ اندرون و بیرون ملک جو کچھ بھی کرتا ہے وہ محض مرکزی کمیٹی کے احکام کی بجا آوری ہے، پارٹی کی تلوار اور ڈھال کے طور پر کے۔جی۔بی، درحقیقت کمیونسٹ حکمرانی کا اصل ضامن ہے جس کا کام ملک دشمنوں کی تلاش ہے۔

آندروپوف کی اقتدار تک رسائی خفیہ پولیس کے ایک سربراہ لیورنٹی بیریا کی وجہ سے ممکن ہوئی ہے ۱۹۵۳ء میں اسٹالن کی موت کے بعد اس نے وزارت داخلہ کے ذریعہ اقتدار پر قبضہ کرنے کی کوشش کی تھی جس کے نتیجے میں پولٹ بیورو حرکت میں آیا اور بیریا کو گرفتار کرکے سزا دی گئی۔ ۱۹۵۶ء میں پارٹی کانگریس کے بیسویں اجلاس میں خروشچیف نے اعلان کیا کہ ملک کی تمام سیکورٹی فورسز سوشلزم کے انقلابی اصولوں کے ماتحت ہوں گی۔ K.G.B. کو سیاسی تقرریوں کے ذریعہ چلایا جائے گا اور اس کے افراد پارٹی کی قیادت یعنی آندروپوف جیسے افسروں کے سامنے جوابدہ ہوں گے۔

برزنیف نے ہنگری میں روس کے سابق سفیر آندروپوف کو اس مقصد کے لئے منتخب کیا کہ وہ K.G.B. کو بتدریج سیاسی عمل کا ذریعہ بنائے۔ آندروپوف نے حکمراں گروہ میں سیکورٹی پولیس کے مخالف افراد کو دوست بنانا شروع کیا، فوج K.G.B. کی حریف تھی۔ ۱۹۳۷ء میں اسٹالن کے حکم پر سیکورٹی پولیس نے اعلیٰ فوجی حکام کے خلاف مہم شروع کی، اس وقت سے آج تک فوج کی ہر سطح پر K.G.B. کے ایجنٹ مسلط ہیں، آندروپوف نے اپنی سیاسی مہارت کو کام میں لاتے ہوئے وزیر دفاع استینوف سے تعلقات استوار کئے جس کے نتیجے میں وہ روس کے اعلیٰ ترین عہدے پر پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ فرانس میں روسی امور کے ایک ماہر کا بیان ہے کہ "آندروپوف K.G.B. میں دوہرے مشن پر آئے تھے، اول، خفیہ پولیس کے اس ادارہ کی تنظیم نو، دوم۔ اسے پارٹی کا جدید اور مؤثر آلۂ کار بنانا۔ انھیں اپنے دونوں مقاصد میں کامیابی حاصل ہوئی"۔

وحشیانہ قوت کے طور پر K.G.B. نے جو کچھ کھویا اسے آندروپوف کی سربراہی میں سیاسی قوت کے طور پر مزید حاصل کر لیا۔ ۱۹۷۳ء میں جب انھیں پولٹ بیورو کا مکمل ممبر بنا لیا گیا تو مرکزی کمیٹی کے حکمراں گروہ تک ان کی رسائی آسان ہو گئی۔

عوامی رابطے کی ایک مہم کے ذریعہ K.G.B. کا تشخص بہتر بنانے کی کوشش کی جا رہی ہے کہ اسٹالن کے دور کے جبر و تشدد کو بھول جائیے جب دو کروڑ افراد ہلاک کر دئے گئے تھے اب کتابوں، فلموں اور ٹیلیویژن پروگراموں کے ذریعہ K.G.B. کے ایجنٹوں کو ہیرو بنا کر پیش کیا جاتا ہے۔ مغربی جاسوسوں کے برعکس کے۔جی۔بی کے ہیرو داد عیش دیتے ہوئے نظر نہیں آتے اور نہ اپنے دشمنوں کو ٹھکانے لگانے کے لئے ہر وقت پستول اٹھائے پھرتے ہیں بلکہ وہ خفیہ قوتوں (عموماً سی۔آئی۔اے) کے خلاف اپنی اعلیٰ ذہانت استعمال کرتے ہیں، روسی جیمز بانڈ کا نام سیکم ہے جو ٹیلیویژن کی ایک سیریز میں نازیوں کے ہیڈکوارٹر تک پہنچنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔

K.G.B. کو از سر نو منظم کرنے کے لئے آندروپوف نے تعلیمی دنیا کے بہترین افراد کو بھرتی کرنے کی حوصلہ افزائی کی ہے، لندن اسکول آف اکنامکس میں روسی امور کا ایک ماہر لیونارڈ شاپیرو کہتا ہے کہ ۱۹۶۰ء کے عشرہ میں کے۔جی۔بی ٹھگوں کا ادارہ تھا۔ اب یہ ذہین لوگوں کا ادارہ ہے جس کے لئے یونیورسٹیوں سے بہترین افراد منتخب کئے جاتے ہیں۔ ان لوگوں کو ترجیح دی جاتی ہے جو مختلف غیر ملکی زبانیں جانتے ہوں تاکہ ان سے بیرونی دنیا میں کام لیا جا سکے۔

نوجوانوں کے لئے کے۔جی۔بی میں شمولیت حب وطن کے ساتھ حصول زر کا بھی ذریعہ ہے، اس ادارے سے وابستگی کے بعد انھیں وہ تمام مراعات حاصل ہو جاتی ہیں جن کا نوجوان تصور کر سکتے ہیں۔ اچھی تنخواہ، بڑے مکانات، بہتر تعطیلات، غیر ملکی سیاحت غرضیکہ وہ تمام آسائشیں انھیں میسر آ جاتی ہیں جن کے لئے عام روسی دن میں بھی خواب دیکھتے ہیں۔

K.G.B. میں ملازمت کے لئے فوجی افسروں، پولیس اور کے۔جی۔بی کے سرحدی محافظوں اور ایجنٹوں کے بچوں کو منتخب کیا جاتا ہے، کے۔جی۔بی کے اسکاؤٹ امیدواروں کو کسی اسپیشل ٹریننگ اسکول میں انٹرویو کے لئے طلب کرتے ہیں، وہ اپنی تنظیم کے مقاصد بیان کرتے ہوئے اس بات پر زور دیتے ہیں کہ ہر محب وطن روسی کا فرض ہے کہ وہ سامراجی جاسوسوں اور پروپیگنڈے کے خلاف مادر وطن کا دفاع کرے۔ اجتماعی کھیتوں میں کام کرنے والے نوجوانوں کے لئے دیہی زندگی سے فرار کا پرکشش راستہ K.G.B. میں شمولیت ہے جس کے نتیجے میں ان کے والدین کا سر فخر سے بلند ہو جاتا ہے۔

کے۔جی۔بی کا سب سے اہم مشن یہ ہے کہ پورے ملک میں پارٹی کے احکام پر عملدرآمد کرایا جائے، ماسکو میں واقع اپنے ہیڈکوارٹر سے کے۔جی۔بی کی نظریں غیر ملکی سیاحوں، صحافیوں، تاجروں اور سفیروں پر مرکوز رہتی ہیں، اندرون ملک کنٹرول کے لئے اس کا ذیلی ادارہ پولیٹیکل سیکورٹی سروس ہے جسے مختصراً سروس کہا جاتا ہے، اس کے فرائض میں دیگر کاموں کے علاوہ مخبروں کی تنظیم بھی ہے۔

عام روسی کارکن کے۔جی۔بی کا وجود اپنے پرسنل ڈپارٹمنٹ میں محسوس کرتا ہے۔ ملازمت کے لئے موصول ہونے والی درخواستوں کا جائزہ اس نقطۂ نظر سے لیا جاتا ہے کہ ان میں کمیونسٹ دشمن جذبات تو نہیں پائے جاتے وہ اکثر سماجی تقریبات اور اجتماعات میں اس غرض سے شرکت کرتے ہیں کہ کسی کارخانے کے تحت ہونے والے ناچ گانے کے پروگرام میں کوئی قابل اعتراض گانا تو نہیں ہو رہا۔ اگر کوئی روسی کارکن مقررہ راستے سے ہٹتا ہوا نظر آجائے تو پرسونل آفیسرز اسے طلب کرکے اس کے ریکارڈ میں ضروری اندراج کر دیتے ہیں۔ لوگ جانتے ہیں کہ اگر انھوں نے کوئی غلط بات کہہ دی تو اسٹالن کے دور کی طرح انھیں جیلوں میں بند نہیں کیا جائے گا۔ لیکن ان کا مستقبل تباہ ہو سکتا ہے۔

کے۔جی۔بی اپنے آپ کو سب سے زیادہ با اختیار ادارہ سمجھتا ہے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ روسی باشندے ایک دوسرے کی جاسوسی کرتے ہیں۔ ہر شخص اپنے آپ کو اپنے پڑوسی یا دوست سے بھی غیر محفوظ سمجھتا ہے کہ کہیں وہ اس کی شکایت نہ کر دے تاہم آندروپوف کے دور میں روسیوں کی عظیم اکثریت اس خوف سے آزاد ہو گئی ہے کہ اچانک آدھی رات کو اس کے گھر پر دستک کی آواز سنائی دے پھر اسے گرفتار کرکے جیل میں ڈال دیا جائے۔ البتہ عدم وفاداری اب بھی ناقابل معافی گناہ ہے۔ اس ادارے میں ایک جدت یہ کی گئی ہے کہ سیاسی، فوجی اور مذہبی بغاوت کو کنٹرول کرنے کے لئے علیٰحدہ ڈائرکٹریٹ قائم کر دیا گیا ہے۔ روس میں جمہوری تحریکیں جن کا آغاز عشرہ ۱۹۶۰ء میں ہوا تھا اور جو ۱۹۷۵ء میں انسانی حقوق کی ہلسنکی کانفرنس سے زور پکڑ گئی تھیں اب پوری طرح کچل دی گئی ہیں۔ باغیوں کے لئے مختلف سزائیں ہیں، مثلاً جلا وطن کر دینا، ملک کے ایک علاقہ سے دوسرے علاقہ میں پہنچا دینا، پاگلوں کے اسپتالوں میں بھیج دینا وغیرہ۔ ایک ہزار سے تین ہزار افراد سیاسی قیدیوں کے طور پر جیلوں میں بند ہیں۔

مغرب کے سراغرساں خوفزدہ ہیں کہ کے۔جی۔بی بیرون ملک بھی وہی حربے استعمال کرے گا جو اندرون ملک استعمال ہو رہے ہیں آندروپوف کے دور میں کے۔جی۔بی کا غیر ملکی ڈائرکٹوریٹ ڈزرنسکی کے ہیڈکوارٹر سے ماسکو رنگ روڈ پر واقع ایک بڑی اور جدید عمارت میں منتقل ہو گیا ہے۔ اس نے اپنی بیرون ملک سرگرمیوں میں اضافہ کر دیا ہے۔ بہت سے ماہرین کا خیال ہے کہ کے۔جی۔بی دنیا بھر میں معلومات کی فراہمی کا سب سے مؤثر ادارہ ہے۔ ایک اندازے کے مطابق امریکہ میں کے۔جی۔بی کے ۳۵۰ ایجنٹ موجود ہیں۔ تمام ملکوں کے روسی سفارت خانوں میں موجود عملہ کی ایک تہائی تعداد کے۔جی۔بی کے لئے کام کرتی ہے۔ یہ لوگ اپنے دیگر ہمنواؤں کی مدد سے کام کرتے ہیں۔ ان کی سب سے بڑی تعداد نیویارک میں موجود ہے جہاں اقوام متحدہ کی کانفرنسوں میں شرکت کے بہانے ایک ہزار سے زائد افراد

آسام کی صورت حال پر

مسلم مجلس مشاورت کی رپورٹ

مسلم مجلس مشاورت کا ایک ذمہ دار وفد جس میں جناب شیخ ذوالفقار اللہ صاحب نائب صدر، جناب سید شہاب الدین صاحب ایم۔پی نائب صدر، احمد علی قاسمی سکریٹری، جناب ڈاکٹر محمد اشتیاق حسین قریشی جوائنٹ سکریٹری شامل تھے، فساد زدہ متاثر علاقہ کا دورہ کرکے واپس لوٹا ہے اور اپنے مشاہدات، تاثرات اور تجاویز پر مشتمل رپورٹ اشاعت کے لئے جاری کیا ہے۔

اس وفد نے ۵ مارچ ۱۹۸۳ء کو گوہاٹی ایرپورٹ سے شہر جاتے ہوئے بلوائیوں کے حملہ کا ایک منظر دیکھا کہ ریاست آسام کے مرکزی شہر میں دن کے ساڑھے بارہ بجے دو مسلمانوں کو شکار کی طرح چالیس پچاس بلوائیوں کا گروہ ہنکا کر پتھر اور دیگر ہتھیاروں سے حملہ کرکے خون سے لہولہان کر دیا۔ ایک تو ہم لوگوں کے سامنے ہی گر کر موت کی آغوش میں چلا گیا اور بعد میں دوسرا زخمی بھی چل بسا، بعد میں معلوم ہوا کہ اس جگہ پانچ مسلمان شہید کئے گئے۔

رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ انتخاب کے اعلان کے بعد پورے برہمپتر ویلی میں مختلف طبقات کے درمیان کشیدگی اور تناؤ بڑھتا چلا گیا اور مرکزی حکومت اور ان کے نمائندہ گورنر مجرم نے تمام پیشگی اطلاعات کے باوجود شہریوں کے جان و مال کے تحفظ کے لئے کوئی نظم نہیں کیا کسی ایک فساد زدہ جگہ پر بھی حفاظتی عملہ کے وجود کا ثبوت ہم لوگوں کو نہیں ملا۔

مسلم مجلس مشاورت کے اس وفد نے بربریت و سفاکی کے بعض واقعات بطور مثال بیان کیا ہے:

برہمپتر ویلی کے تمام اضلاع بالخصوص کامروپ، دارانگ اور نوگاؤں کے اضلاع بری طرح فساد سے متاثر ہوئے، فساد انتہائی منظم اور منصوبہ بند طریقہ کے مطابق ہوا تقریباً تمام فسادات دن کی روشنی میں صبح ۸ بجے سے ۴ بجے دن تک ہوئے۔ اکثر فسادات میں مسلمانوں کو گھیر کر ایک پوائنٹ پر جمع ہونے پر مجبور کیا گیا اور اجتماعی طور پر بندوق کی گولیوں سے مسلمانوں کا قتل عام کیا گیا اور جو گولی سے نہ مر سکے انہیں داؤ، لاٹھی، بھالا وغیرہ سے ختم کیا گیا، اب بھی جو زخمی زندہ بچ گئے ہیں وہ گولیوں سے مجروح ہوئے ہیں۔ ان زخمیوں کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ بڑی مقدار میں آتشیں اسلحہ فراہم کیا گیا تھا۔

تمام فسادوں میں آسام پولیس، آسام بٹالین یا تو براہ راست شریک رہی یا ان کی معاونت و محافظت کے لئے موجود رہی۔ قتل عام سے پہلے تمام راستے روک دئے گئے۔ پل توڑ دئے گئے، اور قتل عام کے بعد مکانات کے قیمتی سامان لوٹے گئے، اور پھر مکانات کو نذر آتش کر دیا گیا، تمام قسم کے درخت کاٹے گئے، کنوؤں کو خراب کر دیا گیا۔

۱۴ فروری ۱۹۸۳ء سے ۱۸ فروری ۱۹۸۳ء تک بڑے وسیع پیمانے پر قتل و غارتگری اور لوٹ اور آتشزنی کا سلسلہ جاری رہا۔

۱۴ فروری کو دارانگ ضلع کے دنگل ڈوئی سب ڈویژن کے چاول کھوا گاؤں سے اجتماعی قتل کا آغاز ہوا جس میں سرکاری اطلاع کے مطابق چھ سو مسلمان شہید کئے گئے اور اس علاقہ کے دس بارہ گاؤں تباہ و برباد کر دئے گئے۔

نیلی قتل عام کا جو واقعہ مشہور ہوا اس پوائنٹ پر لگ بھگ ۲۰ گاؤں کے لوگوں کو گھیر کر جمع کیا گیا صرف ایک نیلی گاؤں کی آبادی بارہ سو افراد پر مشتمل تھی جس میں سے ایک ہزار مسلمان شہید کر دئے گئے، دو سو مسلمان زندہ بچے ہیں اور اپنی زندگی پر ماتم کناں ہیں، مجروح ہیں اور مجبور۔ اسی طرح ایک گاؤں اسی علاقہ کے اندر بورپوری ہے جو نیشنل ہائی وے سے دس بارہ کلو میٹر اندر ہے وہاں کی آبادی نو سو بارہ افراد پر مشتمل تھی ان میں سے پانچ سو اٹھاسی مسلمان قتل کر دئے گئے اور باقی اسی گاؤں میں انتہائی کسمپرسی کے عالم میں زندگی گزارنے پر مجبور کئے گئے ہیں نہ ان کے خوراک کا نظم ہے اور نہ ہی اس وقت تک جب ہمارا وفد وہاں پہونچا کسی قسم کی طبی امداد ان مجروحین کو ملی تھی۔ ان چند مقامات کا تذکرہ صرف اندازہ اور تخمینہ کے لئے پیش کیا ہے اس سے اس وسیع علاقہ کی ہلاکت و بربادی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

اس کے علاوہ علی سنگھا کے علاقہ میں وسیع پیمانے پر قتل عام اور آتشزنی ہوئی ڈھولا مدرسہ، ابھیے پوکھری، جوگ کا بھوگول جیب، نستری، اندر باری، علاقہ باڑو باری، لاہری گھاٹ، سوری باری وسیع علاقہ میں قتل و خون کا بازار گرم رہا اور جان و مال کے محافظ بے گناہ انسانوں کو موت کے گھاٹ اتارنے، آبادیوں کو آتشزنی اور لوٹ مار کے ذریعہ تباہ کرنے میں سرگرم رہے، مرنے والوں کی لاشوں کو بالعموم کھلے میدان میں چھوڑ دیا گیا اور مرنے کے بعد بھی ان کی پوری بے حرمتی کی گئی یا پھر بعض مقامات پر گڈھا کھود کر اجتماعی طور پر مٹی سے ڈھک دیا گیا اس میں بھی باضابطہ چھپانے کا اہتمام نہیں کیا گیا، ان ہزاروں مسلمان شہیدوں کی کسی جگہ بھی ہم لوگوں کی معلومات کی حد تک جنازہ کی نماز تک نہیں پڑھی گئی۔

اکثر مقامات پر مسلمان زخمیوں کو کسی قسم کی طبی امداد نہیں مل سکی البتہ جس دن ہم لوگ دورہ پر تھے اس دن بعض مقامات پر ریڈکراس کے لوگ مرہم پٹی کرتے دیکھے گئے، مگر دواؤں کا خاطر خواہ نظم ان کے پاس بھی نہیں تھا۔ بہت سے مسلمان مجروحین زخموں کی تاب نہ لاکر موت کی آغوش میں چلے گئے۔ گوہاٹی میڈیکل کالج ہسپتال میں جن پچاس سے زائد شدید زخمیوں کو داخل کیا گیا تھا انھیں انتہائی بے رحمی اور عالمی طبی ضابطوں کی خلاف ورزی کرتے ہوئے ہسپتال سے نکال دیا گیا ان میں سے بہت سے بعد میں مر گئے، اور بعض کو اس وفد نے دوبارہ جدوجہد کرکے آرمی ہسپتال میں ۷ مارچ ۸۳ء کو بارہ بجے شب میں داخل کرایا۔

امداد و آبادکاری: مجلس مشاورت کے وفد نے امداد اور آباد کاری کے کاموں کا جائزہ لیتے ہوئے کہا ہے کہ، بعض مصیبت زدہ لوگوں کے کیمپوں میں کھانے اور کپڑے کی زبردست کمی دیکھی، طبی سہولیات سے اکثر مقامات کے مجروحین محروم تھے۔ رہائش کے لئے جو عارضی نظم کیا گیا ہے وہ انتہائی ناقص اور ناکافی تھا۔ مظلوم انسان جانوروں سے بدتر زندگی گزارنے پر مجبور کئے گئے ہیں اور وہ لوگ اپنی زندگی پر ماتم کناں ہیں اور بیزار، زندگی کی کوئی آرزو، کسی قسم کا کوئی مطالبہ کرنے کی کوئی سکت ان کے اندر باقی نہیں رہی ہے۔ امداد و آبادکاری کا کام صحیح معنوں میں شروع نہیں ہو سکا ہے البتہ غیر منظم طور پر کہیں کہیں کچھ سامان ڈال دیا جاتا ہے۔

آسام پولیس اور آسام بٹالین کا رول: مقامی پولیس کو جرائم میں برابر کا شریک قرار دیا ہے۔ ارکان وفد نے دیکھا کہ پولیس کے ان دستوں کے نام سے مصیبت زدہ انسان کانپ اٹھتے ہیں اس لئے کہ قتل و خون کی ساری کارروائی ان کے تعاون اور شرکت سے ہوئی ہے۔ بعض مقامات پر آسام بٹالین اور آسام پولیس نے انتہائی شرمناک اور افسوسناک مظاہرہ کیا ہے مثلاً بدبری گھاٹ کے علاقہ کے ایک گاؤں سے دو سو مسلمانوں کو ایک اسکول میں حفاظت کے بہانے لایا گیا اور وہاں ان مجبور اور مظلوم انسانوں کو گولیوں کا نشانہ بنا کر ختم کر دیا گیا۔ باڑو باری کیمپ میں جس وقت ہم لوگ پہونچے ہیں سولہ ہزار (۱۶۰۰۰) انسان انتہائی کسمپرسی کے عالم میں کیمپ میں تھے۔ اس علاقہ کے مختلف گاؤں میں تقریباً چار ہزار مکانات جلا دئے گئے اور سینکڑوں افراد کا قتل عام ہوا۔ اس علاقہ کے شرپسند عناصر اب بھی آسام پولیس اور آسام بٹالین کی تعیناتی کے لئے سرگرم ہیں۔ بہت سے افراد لاپتہ ہیں اور غالب یہی ہے کہ ان کو ختم کر دیا گیا ہے۔

اور یہ سب اسی پولس کا کارنامہ ہے۔ ان فسادات کی نوعیت تبلاتے ہوئے رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ غیر ملکیوں کے نام پر تحریک کی ابتدا جن اغراض و مقاصد کے لئے ہوئی ہو موجودہ صورت حال یہ ہے کہ یہ سارا ہنگامہ اور فساد صرف مسلمانوں کے خلاف کر دیا گیا اور یہی وجہ ہے کہ فساد سے متاثر ہونے والوں میں مسلمان ۹۵ فی صد ہیں اگرچہ ایک طبقہ اب بھی پورے خلوص کے ساتھ فرقہ وارانہ اتحاد و ہم آہنگی پیدا کئے جانے کا متمنی ہے اور اس کشیدگی کو دور کرنا چاہتے ہیں۔

مرکزی حکومت: ان فسادات کی ذمہ داری پر مرکزی حکومت کو شریک قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ، ان دنوں میں جب کہ بڑے پیمانے پر فسادات ہوئے مرکزی حکومت براہ راست حکمراں تھی اور ان کے اعلیٰ نمائندے محترم گورنر صاحب آسام نے اپنی انتہائی غیر ذمہ داری اور نااہلی کا ثبوت دیا۔ تمام ہندوستانی شہریوں کے جان و مال کے تحفظ کی ذمہ داری ہر حال میں مرکزی حکومت پر عائد ہوتی ہے۔ اس میں دو رائے نہیں ہو سکتی کہ مرکزی حکومت اس ذمہ داری کو پورا کرنے میں مکمل طور پر ناکام رہی جس کے نتیجے کے طور پر ہزاروں بے گناہ انسانوں کی قیمتی جانیں ضائع ہوئیں، لاکھوں انسان بے گھر ہو گئے، ہزاروں انسان زخمی ہوئے، ہزاروں مکانات جلا دئے گئے، اور سینکڑوں بستیاں تہ و بالا کر دی گئیں،

وفد نے وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی سے مطالبہ کیا ہے کہ، وزیر اعظم صاحبہ مسئلہ آسام، آسامی شہریوں کے تحفظ اور مظلوم اور ستم رسیدہ انسانوں کے تحفظ اور امداد و آبادکاری کے کام کو اولیت دیں اور ترجیحی بنیادوں پر اپنے وسائل کو انسانی برادری کے جذبہ سے استعمال کریں اور مسلمانوں کے تحفظ کا خاص اہتمام کریں۔ آسام میں ایک عرصہ سے کشیدگی، تناؤ اور تشدد کی جو فضا قائم ہو گئی ہے اسے حل کرنے کے لئے سیاسی مفادات سے بلند ہو کر انسانی قدروں کو ملحوظ رکھتے ہوئے جلد از جلد حل کرنے اور مسموم فضا کو ختم کرنے کی سعی کریں۔

ریاستی حکومت آسام: اس سلسلہ میں وفد نے وزیر اعلیٰ آسام کو ایک میمورنڈم بھی پیش کیا جس میں انسانیت سوز حادثات و واقعات پر رنج و غم کا اظہار کرنے کے ساتھ مطالبہ کیا گیا ہے کہ اختلاف و انتشار سے بچتے ہوئے مظلوم انسانوں کے لئے مثبت اور تعمیری انداز میں ان کی امداد و آبادکاری اور ان کے تحفظ کا نظم کیا جائے۔ آسام کی سرزمین مختلف مذہب، زبان، رنگ و نسل کے لوگوں پر مشتمل ریاست ہے اور ان تمام باشندوں کا وطن ہے، حکومت اور انتظامیہ کی ذمہ داری ہے کہ آسام کی سرزمین میں بسنے والے تمام شہریوں کے ساتھ یکساں سلوک کرے اور ان تمام طبقات کے تحفظ کا بندوبست کرے اور امداد و آبادکاری کا انتظام ایسا کیا جائے کہ وہ اپنی نئی زندگی کا آغاز کر سکیں۔

وفد نے وزیر اعلیٰ آسام کے سامنے امداد و آبادکاری کے کام کو ترجیحی بنیاد پر روبعمل لانے کے لئے مندرجہ ذیل تجاویز پیش کیں:

اعداد و شمار: اس فساد میں تمام مرنے والے افراد کا نام گاؤں کی ترتیب کے ساتھ نیز مالی نقصانات کی فہرست جلد از جلد ترجیحی بنیاد پر شائع کی جائے تاکہ عوام کو صحیح طور پر حقائق کا علم ہو اور ہر قسم کے غلط پروپیگنڈہ کے اثرات سے محفوظ رہ سکیں۔

تحفظ: قتل عام کے بھیانک واقعات کو بھلانے کے لئے اور اعتماد اور تحفظ کی فضا پیدا کرنے کے لئے مندرجہ ذیل تدابیر پر فوری توجہ دی جائے:-

۱۔ جب تک فضا پرامن نہ ہو آرمی B.S.F. اور C.R.P.F. کی نگرانی تمام متاثرہ علاقوں میں قائم رکھی جائے۔

۲۔ متاثرہ علاقوں کے تھانوں سے تمام تھانہ داروں کا فوری تبادلہ کر دیا جائے۔

۳۔ متاثرہ علاقوں سے فوراً آسام بٹالین ہٹا دیا جائے۔

۴۔ تمام اشتعال انگیز خبروں کی اشاعت پر مقامی اخبارات و اشتہارات پر فوری توجہ دی جائے اور پابندی عائد کی جائے۔

۵۔ تمام ناجائز (غیر لائسنس شدہ) ہتھیاروں کو فوراً ضبط کیا جائے۔

آبادکاری: ۱۔ متفرق و منتشر آبادی کے مظلوم انسانوں کو مختلف پاکٹس میں آبادکاری کا یکجا نظم کیا جائے۔

۲۔ گاؤں کے تحفظ کے لئے متاثرہ گاؤں میں حفاظتی فورس کا نظم کیا جائے اور اس گاؤں کے چند افراد کو آتشیں ہتھیار فراہم کیا جائے۔

۳۔ بی۔ ایس۔ ایف اور سی آر پی۔ ایف کی چوکیاں متاثرہ مقامات کے بنیادی مراکز پر قائم کئے جائیں اور یہ چوکیاں متاثرہ علاقوں کے تھانیداروں کے تبادلہ کے بعد قائم کی جائے۔

۴۔ عوامی مرکز، مساجد، مدارس کی دوبارہ تعمیر حکومت کی جانب سے کرائی جائی۔

امداد: ۱۔ ہر متاثرہ مقام پر ایک سرکاری ذمہ دار مقرر کیا جائے۔

۲۔ ہر متاثرہ مقام پر تمام ضروری ادویات و سامان کے ساتھ میڈیکل یونٹ قائم کی جائے۔

۳۔ مظلومین کے لئے دوسری فصل ہونے تک خوراک اور دیگر ضروری اشیاء فراہم کی جائے۔

۴۔ زراعت کے لئے بیج، کھاد، ہل بیل اور دیگر متعلقات زراعت فوراً فراہم کی جائے۔

۵۔ ہر متاثرہ خاندان کو گھریلو سامان کی فراہمی کے لئے دو ہزار روپئے فوری طور پر دئے جائیں۔

۶۔ ہر زخمی کو مبلغ پانچ ہزار روپئے فوری امداد کے طور پر دی جائے۔

۷۔ ہر ہلاک ہونے والے کے وارث کو دس ہزار روپے دئے جائیں۔ یہ رقم وارث کی ذاتی حلفیہ بیان کی بنیاد پر دی جائے۔

۸۔ ریاستی اور ضلعی سطح پر ریلیف ایڈوائزری کمیٹی فوراً قائم کی جائے جس میں تمام مذاہب کے لوگوں کو مناسب نمائندگی دی جائے تاکہ امداد کے کاموں کی یہ کمیٹی صحیح نگرانی کر سکے۔

قانونی ایکشن: ۱۔ ہر متاثرہ کیمپ میں ایک مجسٹریٹ بھیجا جائے جو سماجی کارکنوں کی موجودگی میں مظلومین کے بیانات قلمبند کرے اور F.I.R تیار کرنے نیز جانی و مالی نقصانات کا اندراج کرے۔

۲۔ فوجداری کے مقدمات کی تحقیقات S.B.، C.B.I. اور I.B. کے ذریعہ کرائی جائے۔

۳۔ ان غیر معمولی مقدمات کے فیصلے کے لئے اسپیشل عدالتیں قائم کی جائیں۔

۴۔ تعزیری اجتماعی جرمانہ تمام متاثرہ علاقہ پر نافذ کیا جائے۔

طویل المیعاد: آسام پولس اور آسام بٹالین کو دوبارہ از سر نو منظم کیا جائے جس میں آسام بسنے والے مختلف طبقات کو ان کی آبادی کی تناسب سے نمائندگی دی جائے جیسا کہ حکومت ہند نے ہدایت کی ہے۔ مسلمانوں کی نمائندگی تمام یونٹوں میں تمام سطحوں پر ۲۵ فیصد ہو۔

ہر سطح کی انتظامیہ میں مسلمانوں نیز دیگر کمزور طبقات کو بھرپور نمائندگی دی جائے۔

وفد نے مظلومین کی امداد و آبادکاری کے لئے گوہاٹی میں آل آسام مسلم ریلیف کمیٹی کے قیام کے سلسلہ میں بھی جد و جہد کی جس میں تمام قابل ذکر جماعتیں، ادارے اور افراد شامل ہیں۔

وفد نے واپسی پر پٹنہ میں بھی مظلومین آسام کی امداد و آبادکاری کے لئے ایک ریلیف کمیٹی قائم کرنے کی جد و جہد کی اور الحمد للہ اس میں بھی کامیابی ہوئی۔

وفد ہندوستان میں بسنے والے تمام مسلمانوں، جماعتوں، اداروں اور شخصیات سے نیز بیرون ہند رہنے والے ہندوستانی مسلمانوں سے تعاون کی اپیل کرتی ہے۔ آل آسام مسلم ریلیف کمیٹی حاجی مسافر خانہ گوہاٹی ۱ آسام سے رابطہ قائم کر کے رقوم، ادویہ اور کپڑے بھیجے جائیں۔

وفد یہ بھی ضروری سمجھتا ہے کہ مظلومین آسام کے مسئلہ کو مسلمانان ہند اہمیت دیں اور اسے ایک اہم ملی اور قومی فریضہ تصور کرتے ہوئے امداد و اعانت کے ساتھ آسام میں حالات کو معمول پر لانے کے سلسلہ میں مخلصانہ جد و جہد کریں۔

مطالعہ کی میز پر

زبان کی نیکیاں:

تالیف: مولانا سید محمد ثانی حسنی مرحوم
$\frac{20\times30}{16}$ صفحات ۱۲۸ قیمت: پانچ روپئے
کاغذ، کتابت، طباعت مناسب
ناشر: مکتبۂ اسلام، ۳۷ گوئن روڈ، لکھنؤ

اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو اعضا عطا فرمائے ہیں ان میں زبان بہت اہم ہے، زبان ہی انسان کو دوسرے جانوروں سے ممتاز کرتی ہے اور انسان کے دل و دماغ، اور جذبات و افکار کی ترجمانی کرتی ہے یہی زبان موتیاں رولتی اور مصری کے ڈلے گھولتی ہے اور یہی زبان آگ کے شعلے بھی برساتی ہے۔ اگر یہ صحیح طریقہ سے استعمال ہو تو دین و دنیا دونوں کی سعادت و کامرانی کا سبب بنتی اور اگر غلط استعمال ہو تو زندگی کو عذاب بنا دیتی ہے اور آخرت میں جہنم میں جھونکتی ہے۔ ہمارے معاشرہ کی ایک بڑی کمزوری یہ ہے کہ لوگ زبان کو بے لگام چھوڑ دیتے ہیں اور دنیا و آخرت دونوں میں نقصان اٹھاتے ہیں۔ مولانا محمد ثانی حسنی مرحوم نے زبان کو صحیح طریقہ پر چلانے اور نیکیوں کی راہ پر لگانے کی طرف عام مسلمانوں کو توجہ دلائی تھی اور ماہنامہ رضوان میں سلسلۂ مضامین شروع کیا تھا۔ یہ مضامین بڑے مؤثر اور مفید تھے اور انھیں کتابی صورت میں شائع کرنے کی ضرورت تھی۔ اللہ جزائے خیر دے مؤلف مرحوم کے صاحبزادہ مولوی سید محمد حمزہ حسنی ندوی کو جنھوں نے ان مضامین کو کتابی صورت میں شائع کیا۔

کتاب میں قرآن و حدیث کی روشنی میں زبان کی اہمیت واضح کی گئی ہے اور اس کے بعد وہ نیکیاں تفصیل کے ساتھ تبلائی ہیں جن سے زبان کو تر کر کے ہم معاشرہ میں پھیلی ہوئی بہت سی بیماریوں کا علاج کر سکتے ہیں اور دنیا و آخرت دونوں میں فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔ ذکر الٰہی، تسبیحات، تلاوت قرآن، حمد و شکر، دعا و مناجات، توبہ و استغفار، درود و سلام، آپس میں سلام کرنا، اچھی بات کا حکم دینا اور بری بات سے روکنا، سچ بولنا اور دعوت و تبلیغ وغیرہ۔

ان میں ہر ایک کے فضائل، آداب اور طریقے قرآن، حدیث اور اولیاء اللہ کے اقوال و اعمال کی روشنی میں تبلائے گئے ہیں۔ شروع میں مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کا مقدمہ ہے جس میں انسانی معاشرہ میں زبان کے کردار اور اس کی اہمیت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

یہ کتاب ہر اس مسلمان کے لئے بہت مفید ہے جو اپنی زبان کو صحیح راستہ پر چلانے اور اس سے اچھے اور بھلے کام لینا چاہتا ہو۔

دین حق اور علمائے ربانی:

تالیف: مولانا سید ابو الحسن علی ندوی
سائز $\frac{20\times30}{16}$ صفحات ۵۶ ۔ کاغذ، کتابت، طباعت: معیاری
قیمت: تین روپئے
ناشر: مکتبۂ عثمانیہ مسجد دائرہ رائے بریلی (یوپی)

مولانا سید ابو الحسن علی ندوی مدظلہ نے حضرت سید احمد شہیدؒ کے نامور خلفاء اور ان کی جماعت کے ممتاز افراد کی اصلاحی و تجدیدی خدمات کی تاریخ لکھی تھی جو "کاروان ایمان و عزیمت" کے نام سے شائع بھی ہو چکی ہے اور پیش نظر مقالہ اسی کتاب کے مقدمہ یا تمہید کے طور پر لکھا گیا تھا اور جون و جولائی ۱۹۶۳ء میں الفرقان اور الندوہ میں شائع ہوا تھا اس مقالہ میں بعض اصولی باتیں اور اہم نکتے آ گئے ہیں جو عام کتابوں میں نہیں ملتے۔ قصبہ رائے بریلی میں جدید قائم شدہ "مکتبۂ عثمانیہ" مبارکباد کا مستحق ہے کہ اس نے یہ اہم مقالہ کتابچہ کی صورت میں شائع کیا جس سے تمام پڑھے لکھے اسنت سے قرب اور بدعت سے بعد رکھنے والے مسلمان فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

اس کتابچہ میں تبلایا گیا ہے کہ انبیائے کرام علیہ السلام کی زندگی کا مقصد یا ان کی ساری جد و جہد اور سعی و عمل کا مرکز متعین کیا جائے تو دو لفظوں میں "دین خالص" یا ایک لفظ میں "توحید" ہے اور انبیاء کے وارثین اور علمائے ربانیین نے بھی اسی کو اپنا مطمح نظر اور اپنی سعی و عمل کا مرکز بنایا اور اس راہ میں پیش آنے والی رکاوٹوں کو دور کرنے اور ان کے خلاف جہاد میں اپنا سب کچھ قربان کر دیا۔

وہ رکاوٹیں ہیں: شرک، کفر، بدعت اور غفلت، قرآن و حدیث دعوت و تبلیغ کی تاریخ اور زندگی کی حقائق کی روشنی میں ان رکاوٹوں کا قدرے تفصیلی اور بصیرت افروز جائزہ کتابچہ میں لیا گیا ہے، اور سنت کی اہمیت اس کے اسرار و مقاصد اور بدعت کے مفاسد اور مضرتوں پر روشنی ڈالی گئی ہے اس سے یہ راز کھل کر سامنے آ جاتا ہے کہ مجددین و داعیان اسلام کیوں شرک و بدعت کے خلاف ہمیشہ شمشیر برہنہ رہے اور اس مسئلہ میں وقتی اور جماعتی مصلحتوں کی بھی پروا نہیں کی۔

ماہنامہ آثار مئو (یوپی)

مدیر اعلیٰ: (مولانا) عبد اللطیف اثری سائز $\frac{18\times22}{8}$ صفحات: ۵۰
کاغذ، کتابت، طباعت، معیاری فی شمارہ ڈھائی روپے۔ سالانہ: بیس روپے
پتہ: مدیر ماہنامہ آثار پوسٹ بکس نمبر ۳ مئو ناتھ بھنجن (۲۷۵۱۰۱) یوپی

جامعہ اثریہ دار الحدیث مئو ناتھ بھنجن اعظم گڑھ یوپی جماعت اہل حدیث کی ایک مشہور دینی درسگاہ ہے جسے مولانا عبد اللہ شائق جیسے محدث و ادیب کی سرپرستی حاصل رہ چکی ہے۔ اسی درسگاہ کے شعبۂ تحقیقات اسلامی سے یہ دینی و علمی ماہنامہ نکلنا شروع ہوا ہے۔ مجلس ادارت میں ممتاز علماء اور تجربہ کار اہل قلم شامل ہیں۔ مولانا عبد المجید اصلاحی ایک ذہین اور صاحب فکر عالم دین ہیں۔ ابو علی اثری ایک تجربہ کار اہل قلم ہیں اور تحقیقی ذوق رکھتے ہیں۔ مجاز اعظمی کئی کتابوں کے مصنف ہیں ایک عرصہ تک ترجمان (دہلی) کے اڈیٹر رہ چکے ہیں اور ترجمان کا بہترین زمانہ انہیں کی ادارت کا زمانہ تھا۔ ابو البیان حماد ایک عالم اور شاعر ہیں۔ ابن احمد نقوی ایک ذہین اور تجربہ کار صحافی ہیں اور عبد اللطیف اثری زیر نظر مجلہ کے مدیر اعلیٰ ہیں۔ مولانا مختار احمد ندوی اپنی قوت عمل اور مسلسل حرکت و جہد کی برکت سے ایک سایہ دار درخت کی حیثیت اختیار کرتے جا رہے ہیں وہ الدار السلفیہ اور جامعہ محمدیہ کے علاوہ بھی کئی اداروں کی سرپرستی کر رہے ہیں اس مجلہ کے بھی سرپرست ہیں۔ ان حضرات کی مجلس ادارت میں شرکت سے امید ہے کہ مجلہ ترقی کرے گا اور جماعتی حدود و قیود سے بالاتر ہو کر اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کرے گا۔

زیر نظر شمارہ اس مجلہ کا تیسرا شمارہ ہے اور اس کے مندرجات سے مرتبین کے سلیقہ اور وسعت نظر کا اندازہ ہوتا ہے کہ وہ صرف کتابوں پر ہی نہیں گرد و پیش کی دنیا پر بھی نظر رکھتے ہیں۔ اداریہ مجاز اعظمی کے قلم سے ہے انھوں نے اکبر کے دین الٰہی کے فتنہ کے پس منظر پر نظر ڈالی ہے اور اس کے بعض نتائج کی طرف اشارہ کیا ہے مولانا محمد احمد اثری استاذ جامعہ اثریہ کے قلم سے قرآن اور حدیث کی تفسیر و تشریح ہے دیگر مضامین کے علاوہ شام کے نصیریہ فرقہ کے عقائد و افکار اور ایتھوپیا کے مسلمانوں کے حالات پر بھی مضامین ہیں۔ نظم کا حصہ بھی شوق اعظمی اور پرواز اصلاحی کی منظومات پر مشتمل خاصا وسیع ہے۔

(نور عظیم ندوی)

نگران اعلیٰ: مولانا ابو العرفان ندوی

مجلس ادارت: شمس الحق ندوی، محمود الازہار ندوی

پرنٹر پبلشر جمیل احمد ندوی نے پرکاش پیکرز، گولا گنج لکھنؤ میں طبع کرا کے دفتر "تعمیر حیات" شعبۂ تعمیر و ترقی دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے لئے شائع کیا۔